آغاخانیت

اور اُس کے ادارے؟

مرتبہ: محمد رضا داؤدانی

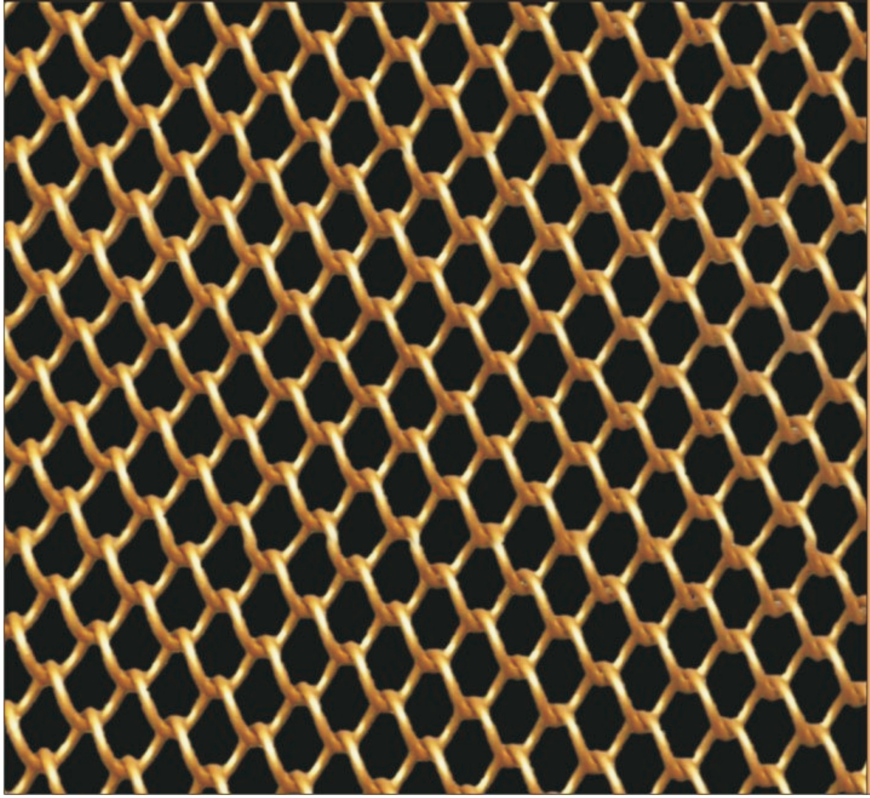

امام برحق حضرت علیؑ کو اُن کے ساتھیوں نے مشورہ دیا کہ جب تک آپ کی حکومت مستحکم نہیں ہوجاتی معاویہ کو شام کی گورنری پر برقرار رکھئے۔ حکومت کو استحکام حاصل ہوجانے کے بعد اسے ہٹا دیجئے گا حضرت علیؑ نے اُن کے جواب میں سورۂ کہف کی یہ آیت تلاوت فرمائی: وَمَا كُنْتُ مُتَّخِذَ الْمُضِلِّيْنَ عَضُدًا میرا کام یہ نہیں ہے کہ گمراہ کرنے والوں کو اپنا مددگار بنایا کروں۔

آغاخانیت

اور اُس کے ادارے

؟

مرتبہ

محمد رضا داؤدانی

طبع اول .... فروری ۲۰۱۲ء
تعداد ۵۰۰۰
www.dawoodani.com

وائے ناکامی! متاعِ کارواں جاتا رہا
کارواں کے دل سے احساسِ زیاں جاتا رہا

انتساب

قائم آل محمدؑ حضرت امام زمانہؑ کی خدمت میں

مَعَكُمْ مَعَكُمْ

لَا مَعَ غَيْرِكُمْ

میں آپ کے ساتھ ہوں

اور

صرف آپ کے ساتھ ہوں۔

آپ کے غیر سے میرا کوئی تعلق نہیں۔ (زیارت جامعہ)

بِسمِ اللہِ الرَّحمٰنِ الرَّحِیمِ

باعث تحریر

السلام علیکم و رحمۃ اللہ و برکاتہ

بار بار کی یاد دہانی، نصیحت اور تنبیہ کے باوجود شیعہ اثنا عشری مینجمنٹ کے ماتحت چلنے والے بعض اسکول اب تک آغا خان امتحانی بورڈ سے الحاق پر مصر ہیں۔ ایمان کے دعوے کے باوجود ایک باطل امام کی امامت کے ماتحت چلنے والے ادارے سے الحاق اُن کے لیے کسی قسم کی تشویش پیدا نہیں کرتا۔
بقول شاعر

تو ہے پہلو میں پھر تیری خوشبو
ہو کے باسی کہاں سے آتی ہے

یہ منافقت یا احساس زیاں کا مفقود ہونا باعث بنا کہ تقریر کے بعد اب اس موضوع پر قلم بھی اٹھایا جائے تاکہ ایک اور طرح سے بھی اتمام حجت کیا جا سکے۔ کتاب کے متن کے بارے میں کچھ لکھنے سے پہلے مندرجہ ذیل بعض اقتباسات ہدیہ مطالعہ ہیں جن سے آغا خان کے اداروں کا مقصد اور اس فرقے کی اثنا عشری مذہب کے بارے میں Approach کا پتا چلتا ہے:

- ڈاکٹر امین والیانی Ismaili Community in Pakistan میں لکھتے ہیں: ۱۹۴۷ء میں پاکستان کا قیام اسماعیلیوں کے لئے غیبی رحمت کا نزول تھا جس نے ان کو اس قابل کیا کہ وہ ترقی اور جدت کے مراحل سے گزریں۔ **پیروں کی جگہ اداروں نے لے لی۔** آغا خان سوم نے ۱۹۴۸ء میں ''دعوۃ آرگنائزیشن'' کی بنیاد رکھی جسے ''اسماعیلیہ ایسوسی ایشن آف پاکستان'' کا نام دیا گیا جس کا ہدف کمیونٹی کی مذہبی تعلیم و تربیت تھا۔ **آغا خان سوم نے ایسوسی ایشن کو داعیوں اور پیروں کی جانشین قرار دیا** جنہوں نے مقامی ہندوؤں کو صدیوں پہلے اسلام کی طرف راغب کیا تھا...

(پاکستان کے دینی مسالک از ثاقب اکبر ص ۳۳۴)

- ڈاکٹر امین والیانی ہی Ismaili Community in Pakistan میں لکھتے ہیں: امام ایک روحانی پیشوا کے طور پر عالمی حقائق کو مدنظر رکھتے ہوئے عقائد پر مبنی تبدیلی اور تسلسل کا ایک مفصل خاکہ پیش کرتے ہیں۔ پچھلی نصف صدی میں مذہبی عقائد کے اظہار کے بہترین ذریعوں کی تلاش کے لئے متعدد کانفرنسیں منعقد کی جا چکی ہیں۔ ان کانفرنسوں میں بعض عقائد جو کہ ابتدا سے ہی موجود ہیں کو سامنے لایا گیا، اُن کے اطلاق پر زور دیا گیا **تاکہ اسماعیلی کو اپنی اہمیت کا اندازہ ہو سکے۔** (ایضاً ص ۳۵۲)

- فرہاد دفتری اسماعیلی تاریخ و عقائد میں لکھتے ہیں: ... اُس وقت تک

ایرانی نزاری یہ رسومات غالباً تقیہ کی خاطر زیادہ تر اثنا عشری شیعہ طریقے کے مطابق انجام دیتے تھے۔ مگر اب اُن کے لئے لازم تھا کہ ایک مذہبی جماعت کی حیثیت سے اپنے آپ کو بڑی حد تک **اثنا عشریوں سے جدا کریں** اور اپنا تشخص بحال کریں۔ مثال کے طور پر اس کے بعد انہوں نے اپنی روزمرہ عبادات کے آخر میں تمام قاسم شاہی ائمہ کے ناموں کو پڑھنا لازم کیا۔ اسی طرح مخصوص مواقع پر مسجدوں میں **اثنا عشریوں کے ساتھ شامل ہونے اور محرم کے موقع پر شیعوں کے ساتھ ماتم کی رسم ادا کرنے کی بھی حوصلہ شکنی کی گئی۔ اس لئے کہ نزاریوں کے پاس زندہ اور حاضر امام موجود تھے اور کسی متوفی امام کی یاد منانے کی انہیں کوئی ضرورت نہیں تھی**... (ایضاً ص ۳۵۴)

- ڈاکٹر امین والیانی آغا خان ڈیولپمنٹ نیٹ ورک (AKDN) کے بارے میں لکھتے ہیں: AKDN کے اداروں میں کام کا انداز، زبان اور لغت وہی ہے جو کہ مغرب کی بیوروکریسی میں استعمال کی جاتی ہے۔ آغا خان کا رہن سہن مغربی اقدار کا حامل ہے تاہم آپ اسماعیلی روایات کا بھی پاس رکھتے ہیں۔ آپ جب بھی دربار منعقد کرتے ہیں تو روایتی پوشاک زیب تن کرتے ہیں۔ **اپنی کمیونٹی کو مستقبل میں عالمی حیثیت دلوانے کی خواہش جس کے ادارے عالمی سطح پر واضح اختیارات کے ساتھ آزادانہ عمل پیرا ہوں کے لئے**

آپ نہایت واضح موقف کے حامل ہیں۔ (ایضاً ص ۳۷۲)

اب اس کتاب کے متن کے بارے میں کچھ گزارشات پیش خدمت ہیں۔ بنیادی طور پر یہ کتاب پانچ حصوں میں تقسیم کی گئی ہے :

(الف) نام کی اہمیت :

قرآن و احادیث کی روشنی میں اس مسئلے پر بحث کی گئی ہے تاکہ یہ واضح کیا جائے کہ مکتب اہلبیتؑ میں مقدس نام اہم ہوتے ہیں اور ان کی ترویج کی جاتی ہے جبکہ اہلبیتؑ کے دشمنوں کے ناموں کو نہ فقط اپنایا نہیں جاتا بلکہ ان کے Promotion میں حصہ لینا بھی معصومین کے نزدیک شیطان کے نام کو بڑھاوا دینے کے مترادف ہے۔

(ب) جھوٹے دعویداران امامت :

مکتب اہلبیتؑ میں نہ فقط جھوٹے دعویداران امامت کی مذمت کی گئی ہے بلکہ اِن سے پینگیں بڑھانے والے نام نہاد مومنین کو دجال سے بدتر بتایا گیا ہے ''**نماز مولا علیؑ کے پیچھے اور دسترخوان امیر شام کا**'' والی پالیسی کی یہاں کوئی گنجائش نہیں ہے۔

(ج) مراجع کیا کہتے ہیں؟

اس حصے میں مراجع کرام کی آراء کو جمع کیا گیا ہے تاکہ اندازہ ہوسکے کہ اس حساس موضوع پر ہمارے مراجع نہ فقط Vocal ہیں بلکہ انھوں نے کھل کر مومنین کو انحراف سے روکا بھی ہے۔

(د) آغا خانی مذہب کا پس منظر :

آیت اللہ العظمیٰ **سیستانی** مدظلہ کی تاکید ہے کہ مومنین کو اس گمراہ فرقے کی تاریخ بتائی جائے تاکہ وہ خود بھی اس کے ضرر سے آگاہ ہوسکیں لہٰذا اس حصے میں علامہ سید مرتضیٰ عسکریؒ کی کتاب '' احیائے دین میں ائمہ اہلبیتؑ کا کردار'' سے اقتباسات پیش کئے گئے ہیں۔

(ہ) اختتامیہ :

آخری حصے میں ماحول کی اہمیت اور Community Schools کی Justification پر گفتگو کی گئی ہے۔ کتاب کا اختتام دعوتِ توبہ پر کیا گیا ہے۔

وضاحت :

- یہ کتاب دراصل صرف شیعہ اثناعشری مومنین کے لیے لکھی گئی ہے۔
- وہ ماں باپ ، جن کے بچے ایسے اسکولوں میں پڑھتے ہیں جہاں انحراف پایا جاتا ہے اور وہ آغا خان امتحانی بورڈ سے الحاق کر چکے ہیں ، ہمارے خاص مخاطب ہیں۔
- اس سے بھی بڑھ کر ایسے Community Schools چلانے والے منحرف اکابرین ہمارے مخاطب ہیں۔ توقع ہے کہ وہ اپنے Arrogance کو ایک طرف رکھ کر اس تحریر کو پڑھیں گے۔
- آغا خانی کمیونٹی کو بھی بہرحال اپنے عقائد اور اعمال کا ازسرنو جائزہ

لینا چاہیے۔ جس کا کردار ایک عام دیندار انسان جیسا بھی نہیں ہے اسے امام مان لینا کہاں کی دانشمندی ہے۔ امام تو شریعت کا محافظ ہوتا ہے۔ دین کے ساتھ مذاق کرنے والا امام کیسے ہوسکتا ہے ؟

آپ کو دعوت ہے کہ شیعہ اثنا عشری مذہب کے پیغام، عقائد اور فقہ پر غور کریں اور اسے قبول کرکے اپنی آخرت سنواریں

لیکن

اگر آپ اپنے نظریات پر باقی رہنا چاہیں تو ہم بھی لکم دینکم ولی دین کی پالیسی پر عمل کرتے ہوئے پُرامن بقاء باہمی (Peaceful Co-existense) چاہتے ہیں۔

توجہ: اس کتابچے میں دیئے گئے اکثر حوالوں کی تطبیق معروف Software نور جامع الاحادیث پر کی گئی ہے۔

تشکر

- اس کتابچے کی اشاعت میں دامے درہمے سخنے قدمے ساتھ دینے والوں کا شکرگزار ہوں۔
- وہ علماء اور احباب جنہوں نے آگے بڑھ کر اس انحراف کے خلاف آواز اٹھائی وہ نہ فقط شکریہ بلکہ داد و تحسین کے حق دار ہیں۔ والسلام

۱۸ جنوری ۲۰۱۲ء

محمد رضا داؤدانی

مختصر فہرست

پہلا حصہ :	نام کی اہمیت	۱۵
دوسرا حصہ :	جھوٹے دعویداران امامت	۵۵
تیسرا حصہ :	مراجع کیا کہتے ہیں؟	۶۵
چوتھا حصہ :	آغا خانی مذہب کا پس منظر	۷۵
پانچواں حصہ :	اختتامیہ اور دعوتِ توبہ	۸۵

تفصیلی فہرست

انتساب ۳

باعث تحریر ۴

پہلا حصہ : نام کی اہمیت ۱۵

کیا نام کی بھی کوئی اہمیت ہے ؟ ۱۶

کسی نام کو اختیار کرنے کی وجہ ۱۶

نام یعنی ؟ ۱۷

کیا سارے نام برابر ہیں ؟ ۱۸

پہلی وحی ۲۰

بسم اللہ ۲۱

یہ نام وضو کے بغیر چھو بھی نہیں سکتے ۲۱

ذات کی طرح نام بھی بابرکت ۲۱

ضربت کے بعد مولا علیؑ کی صدا ۲۲

خطبۂ نماز جمعہ میں معصومین کے نام ۲۲

حرؑ اور بی بی سیدہؑ کے نام کا احترام ۲۳

اسمائے حسنیٰ کا اہم مصداق ۲۴

وہ نام جو حضرت آدمؑ کو سکھائے گئے ۲۴

وہ نام جن کے وسیلے سے جناب آدمؑ کی توبہ قبول ہوئی ۲۵

نام محمد ﷺ و آل محمدؑ کی برکت ۲۹

نام رکھنا محبت کی علامت ۲۹

نام محمد ﷺ کی تاثیر میدان محشر میں ۳۰

نام امام زمانہؑ کا احترام : استفتاء اور ترجمہ ۳۰

عکس ۳۲

ائمہؑ کے ذکر کی فضیلت اور اُن کے دشمنوں کے ذکر کا ناپسندیدہ ہونا ۳۵

اولاد کے لئے اچھا نام ۳۵

دشمنوں کا نام علیؑ سے بغض اور معصومینؑ کی طرف سے اشاعت ۳۶

نام بدلنے کا حکم ۳۸

برا نام نہ رکھنے کا حکم ۳۹

رسول اللہ ﷺ برے نام بدلوا دیتے تھے ۳۹

شعائر اسلامی کا احترام از شہید مطہریؒ ۴۰

اسلامی شعائر ۴۱

کاموں کی ابتدا کے لئے شعار ۴۶

نام رکھنے کا مسئلہ ۵۲

دوسرا حصہ : جھوٹے دعویدارن امامت ۵۵

زیارت جامعہ کبیرہ سے اقتباس : ۵۶

یہ ولیجۃ کون ہے؟ ۵۷

دجال سے بدتر کون ؟ ۵۸

الغیبۃ از شیخ محمد بن ابراہیم نعمانیؒ سے انتخاب ۶۰

باب : جس نے امامت کا جھوٹا دعویٰ کیا ۶۰

حدیث نمبر ۴ ..... ۶۰

حدیث نمبر ۵ ..... ۶۱

حدیث نمبر ۱۰ ..... ۶۲

باب : جس نے کسی ایک برحق امام کی امامت میں شک کیا ۶۳

حدیث نمبر ۴ ..... ۶۳

حدیث نمبر ۷ ..... ۶۳

حدیث نمبر ۸ ..... ۶۴

تیسرا حصہ : مراجع کیا کہتے ہیں؟ ۶۵

اسماعیلیہ کی مانند منحرف فرقوں کے ساتھ ہمکاری : استفتاء ۶۶

(آیت اللہ سیستانی ، آیت اللہ صافی گلپایگانی ، آیت اللہ مکارم شیرازی)

عکس ۶۷

آیت اللہ صافی گلپایگانی کا ایک اور فتویٰ ۶۹

سوالات/ استفتاء ۷۰

(آیت اللہ محفوظی ، آیت اللہ بشیر نجفی ، آیت اللہ بہجت ، آیت اللہ سیستانی)

Questions (انگریزی ترجمہ) ۷۲

عکس ۷۳

چوتھا حصہ : آغا خانی مذہب کا پس منظر ۷۵

علامہ مرتضیٰ عسکریؒ کی کتاب احیائے دین میں ائمہ اہلبیتؑ کا کردار سے اقتباس ... ۷۶

پانچواں حصہ : اختتامیہ اور دعوتِ توبہ ۸۵

عجیب بودی اور پھس پھسی دلیل ۸۶

آیت اللہ العظمیٰ علامہ سید علی نقی نقن صاحبؒ ''نظامِ زندگی''

میں ''غلط تربیت کے افسوسناک نتائج'' کے ماتحت لکھتے ہیں : ۸۸

اہم سوال ۹۳

AKDN کی Hierarchy ۹۵

نصیحت اور دعوتِ توبہ ۹۶

پہلا حصہ

نام کی اہمیت

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

کیا نام کی بھی کوئی اہمیت ہے؟

کسی نام کو اختیار کرنے کی وجہ

علامہ محمد حسین طباطبائی اپنی تفسیر میزان میں سورۂ فاتحہ کے آغاز میں بسم اللہ الرحمٰن الرحیم کی تشریح کرتے ہوئے تحریر فرماتے ہیں :

''عام طور پر لوگ جو کام کرتے ہیں یا اسے شروع کرنا چاہتے ہیں تو اپنے کام کی ابتداء اس شخصیت کے نام سے کرتے ہیں جو انہیں دوسروں سے زیادہ محبوب و پسندیدہ ہو یا قدر و منزلت کے لحاظ سے ان کے نزدیک سب سے زیادہ باعظمت ہو تا کہ اس محبوب یا عظیم المرتبت ہستی کی بدولت ان کا کام بابرکت اور نتیجہ خیز ہوجائے یا کم از کم یہ کہ اس شخصیت کی یاد ہمیشہ تازہ رہے، اسی طرح کوئی نام تجویز کرتے وقت بھی یہی امر ملحوظ ہوتا ہے مثلاً نومولود بچے کا نام یا اپنی شاہکار صنعت مثلاً وہ گھر کہ جسے انہوں نے بنایا یا کسی ادارہ و مرکز کا نام کہ جسے انہوں نے

قائم کیا اپنی پسندیدہ یا محترم شخصیت کے نام پر تجویز کرتے ہیں تا کہ اس طرح اس محبوب یا عظیم ہستی کا نام زندہ و جاوید رہے اور اس کا جمال و کمال عالم وجود میں آنے والی نئی چیز کی بقاء سے ہمرنگ ہو سکے (جب تک وہ نام باقی ہو اس سے منسوب شخصیت کی یاد بھی باقی رہے) جس طرح کوئی باپ اپنے بیٹے کا نام اپنے والد کے نام پر رکھتا ہے تا کہ اس طرح اس بزرگ کا نام ہمیشہ باقی رہے اور اس کی یادگار کے ساتھ ساتھ اس کی محبت وعظمت کی تصویر آنکھوں کے سامنے مجسم اور اس کی یاد کا چراغ دلوں میں روشن رہے۔ (ترجمہ تفسیر میزان جلد ۱، ص ۲۶)

نام یعنی ؟

تھوڑا آگے جا کر علامہ طباطبائی ''اسم'' پر بحث کرتے ہوئے لکھتے ہیں :

''اسم''... نام ...عربی زبان میں اس لفظ کو کہتے ہیں جو کسی چیز کی پہچان کا ذریعہ ہو یا جو کسی حقیقت کی نشاندہی کرتا ہو۔ ''اسم'' کے اشتقاق یعنی بناوٹ دو طرح کی ہو سکتی ہے :

(۱) ''سمۃ'' سے بنایا گیا ہے جس کا معنی ہے علامت و نشانی

(۲) ''سمو'' سے بنایا گیا ہے جس کا معنی ہے رفعت و بلندی

بہرحال لغت اور عرف عام دونوں میں ''اسم'' سے وہ لفظ مراد

لیا جاتا ہے جو کسی چیز پر دلالت کرے (یعنی اس کی پہچان و معرفت کا ذریعہ ہو) اس سے یہ بات صاف ظاہر ہوتی ہے کہ ''اسم'' جس چیز کی پہچان کا ذریعہ بن رہا ہے اس کی ''حقیقت'' سے قطعی مختلف ہے یعنی اس چیز کی حقیقت کا حصہ نہیں ہوگا بلکہ صرف اس کی پہچان کا ذریعہ و وسیلہ ہوگا (اسم اور ہے اور مسمّٰی کچھ اور)۔ (ترجمہ تفسیر میزان جلد ۱، ص ۲۹)

کیا سارے نام برابر ہیں ؟

حضرت علامہ طالب جوہری مدظلہ لکھتے ہیں :

''کہا جاتا ہے کہ سارے نام برابر ہیں ، ان میں اچھا اور برا نہیں ہوتا لیکن حقیقت یہ ہے کہ ذات کا اثر نام پر بھی پڑتا ہے۔ محمدؐ اس لیے پسندیدہ نام ہے کہ اس کے پس منظر میں ایک پسندیدہ اور محبوب ذات ہے اور ابو لہب اس لیے ناپسندیدہ ہے کہ اس کے پس منظر میں ایک ناپسندیدہ اور ملعون ذات ہے یعنی نام ذات سے کسب فیض کرتے ہیں۔ اللہ کے ناموں نے اس ذات اقدس وگرامی سے کسب فیض کیا اور وہ اتنے طاہر ہو گئے کہ نجس ہاتھ انھیں چھو نہیں سکتے اور ان کی بلندیِ شان کا عالم یہ ہے کہ دعائے مشلول کا آغاز اس جملے سے ہے :

اَللّٰهُمَّ اِنِّیۤ اَسْئَلُكَ بِاسْمِكَ.

بار الہا! میں تیرے نام کے وسیلے سے تجھ سے سوال کرتا ہوں۔

اسی طرح دعائے سمات کا آغاز ان جملوں سے ہوا ہے :

اَللّٰهُمَّ اِنِّیۡ اَسۡاَلُكَ بِاسۡمِكَ الۡعَظِيۡمِ الۡاَعۡظَمِ الۡاَعَزِّ الۡاَجَلِّ الۡاَكۡرَمِ الَّذِیۡ اِذَا دُعِيۡتَ بِهٖ عَلٰی مَغَالِقِ اَبۡوَابِ السَّمَاۤءِ لِلۡفَتۡحِ بِالرَّحۡمَةِ انۡفَتَحَتۡ وَاِذَا دُعِيۡتَ بِهٖ عَلٰی مَضَايِقِ اَبۡوَابِ الۡاَرۡضِ لِلۡفَرَجِ انۡفَرَجَتۡ وَ اِذَا دُعِيۡتَ بِهٖ عَلَی الۡعُسۡرِ لِلۡيُسۡرِ تَيَسَّرَتۡ وَ اِذَا دُعِيۡتَ بِهٖ عَلَی الۡاَمۡوَاتِ لِلنُّشُوۡرِ انۡتَشَرَتۡ وَ اِذَا دُعِيۡتَ بِهٖ عَلٰی كَشۡفِ الۡبَاۡسَاۤءِ وَ الضَّرَّاۤءِ انۡكَشَفَتۡ.

پروردگارا! تیرے عظیم نام کا واسطہ جو اعظم ہے عزت والا ہے جلالت والا ہے کرم والا ہے اگر اس کے ذریعے تجھے پکارا جائے کہ آسمانوں کے بند دروازے کھول دے تو تیری رحمت سے کھل جائیں گے اور اگر اس کے ذریعے تجھے پکارا جائے کہ زمین کی تنگی کو کشادہ کردے تو کشادہ ہوجائے گی اور اگر اس کے ذریعے سے تجھے پکارا جائے تو دشواری آسان ہوجائے گی اور اگر اس کے ذریعے تجھے پکارا جائے کہ مُردوں کو زندہ کردے تو مُردے زندہ ہوجائیں گے اور اس کے ذریعے سے تجھے پکارا جائے کہ مصائب و شداید ختم کردے تو مصائب و شدائد ختم ہوجائیں گے۔

ان اسمائے گرامی کی اہمیت اس لیے ہے کہ ذات خداوندی اتنی مجرد ہے کہ اسے اسماء کے علاوہ کسی اور ذریعے سے شناخت ہی نہیں کیا جا سکتا۔ ان

دعائیہ جملوں میں اس بات کی طرف متوجہ کیا گیا ہے اور یہ بتلایا گیا ہے کہ خود ان ناموں میں اتنی طہارت اور برکت ہے کہ انسان کے سارے بگڑے کام ان کے وسیلے سے انجام پا سکتے ہیں جیسا کہ قرآن مجید میں ارشاد ہوا : تَبٰرَكَ اسۡمُ رَبِّكَ ذِی الۡجَلٰلِ وَ الۡاِكۡرَامِ ○ بابرکت ہے تمہارے رب کا نام جو صاحب جلال و اکرام ہے۔ (سورۂ رحمٰن : آیت ۷۸)

(احسن الحدیث ج ۱، ص ۴۱ تا ۴۲)

توجہ : یہ صرف چند مثالیں ہیں۔ دعائیہ ادب میں ناموں کے واسطے اتنے زیادہ ہیں کہ انہیں شمار نہیں کیا جا سکتا۔

پہلی وحی

نام کی اہمیت اسی سے واضح ہے کہ پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو پہلی وحی میں حکم دیا گیا :

اِقۡرَاۡ بِاسۡمِ رَبِّكَ الَّذِیۡ خَلَقَ ○

پڑھئے اپنے رب کے نام سے جس نے پیدا کیا۔

(سورۂ علق : آیت ۱)

بسم اللہ

- ترتیب تلاوت میں پہلی آیت بسم اللہ الرحمٰن الرحیم ہے۔
شروع اللہ کے نام سے جو رحمٰن و رحیم ہے۔
- پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ارشاد گرامی ہے:

كُلُّ اَمْرٍ ذِیْ بَالٍ لَمْ یُذْکَرْ فِیْهِ بِسْمِ اللهِ فَهُوَ اَبْتَرُ
تمام کام جن کے شروع میں بسم اللہ نہ کہی گئی ہو وہ برکت سے خالی ہوں گے۔ (صافی جلد ۱)

یہ نام وضو کے بغیر چھو بھی نہیں سکتے

- بغیر وضو کے اللہ اور ۱۴ معصومین کے ناموں کو چھونا اکثر فقہاء کے نزدیک حرام ہے۔ بعض کا فتویٰ، بعض کی احتیاط واجب، بعض کی تاکید ہے جس سے شریعت کا مزاج معلوم ہوتا ہے۔
(توضیح المسائل مراجع)

ذات کی طرح نام بھی بابرکت

- تَبٰرَكَ الَّذِیْ بِیَدِهِ الْمُلْكُ وَهُوَ عَلٰى كُلِّ شَیْءٍ قَدِیْرُ ○
بابرکت ہے وہ ذات جس کے قبضے میں ملک ہے۔
(سورۂ ملک: آیت ۱)

ذات کی طرح اس کا نام بھی بابرکت ہے۔

تَبٰرَكَ اسْمُ رَبِّكَ ذِی الْجَلٰلِ وَالْاِكْرَامِ ○
(اے محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) تمہارا پروردگار جو صاحب جلال و عظمت ہے اس کا نام بڑا بابرکت ہے۔ (سورۂ رحمٰن: آیت ۷۸)

ضربت کے بعد مولا علیؑ کی صدا

- ہر کام کی ابتدا اللہ کے نام سے کرنے کا حکم تو ہے ہی اللہ کے مقدس نام کی اہمیت کا ایک پہلو اس وقت ہمارے سامنے آیا جب امیرالمومنین حضرت علیؑ نے ضربت لگنے کے بعد ارشاد فرمایا:

بِسْمِ اللهِ وَبِاللهِ وَعَلٰى مِلَّةِ رَسُوْلِ اللهِ فُزْتُ وَرَبِّ الْكَعْبَةِ.
اللہ کے نام سے، اللہ کے ساتھ، دین رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر رہتے ہوئے، رب کعبہ کی قسم میں کامیاب ہوگیا۔
(منتہی الآمال ج ۱، شیخ عباس قمی)

تبصرہ: یعنی آغاز و انجام سب اللہ کے نام سے

خطبۂ نماز جمعہ میں معصومین کے نام

- نماز جمعہ کے خطبے میں معصومین کے ناموں کا تذکرہ بھی مقدس ناموں کی اہمیت پر دلیل ہے

اور

اس سے بھی شارع مقدس کا یہ مقصد سمجھ میں آتا ہے کہ ان

پاک ناموں کا تذکرہ زیادہ سے زیادہ ہو

جبکہ

ان کے دشمنوں کا نام اور تذکرہ بھی ختم ہوجائے۔

حُرؑ اور بی بی سیدہؑ کے نام کا احترام

جب قافلہ آمادۂ سفر ہوا تو حُر نے امام حسینؑ کو روکنا چاہا اس پر امام نے فرمایا ثَكِلَتْكَ اُمُّكَ مَا تُرِيْدُ تیری ماں تیرے ماتم میں بیٹھے تو آخر چاہتا کیا ہے؟ حر نے کہا: اگر آپ کے علاوہ کسی نے میری ماں کا نام لیا ہوتا تو میں بھی اس کی ماں کا نام لیتا لیکن خدا کی قسم آپ کی والدہ کا اسم گرامی تو احترام کے بغیر لیا ہی نہیں جا سکتا۔

(علامہ طالب جوہری، حدیث کربلا ص ۱۷۶)

تبصرہ:

کئی علماء یہ بیان کرتے ہیں کہ یہ جناب فاطمہؑ کے نام کا احترام ہے جس کی وجہ سے اسے بعد میں توفیق حاصل ہوئی کہ وہ حق و باطل میں تمیز کر پایا اور توبہ کر کے شہدائے کربلا کی فہرست میں شامل ہوگیا۔

اسمائے حسنیٰ کا اہم مصداق

- امیرالمومنین حضرت علیؑ نے ارشاد فرمایا:

نَحْنُ وَ اللّٰهِ الْاَسْمَاءُ الْحُسْنَى الَّتِيْ لَا يَقْبَلُ اللّٰهُ مِنَ الْعِبَادِ عَمَلًا اِلَّا بِمَعْرِفَتِنَا

اللہ کی قسم ہم ہیں اسمائے حسنیٰ۔ ہماری معرفت کے بغیر اللہ بندوں کا کوئی عمل قبول نہیں کرتا۔

(کافی، کتاب توحید، ص ۱۴۳، باب نوادر، حدیث ۴)

وضاحت:

نام ذات کی پہچان کا وسیلہ ہوتا ہے اور محمدؐ و آل محمدؐ اس کا اہم ترین مصداق ہیں۔

وہ نام جو حضرت آدمؑ کو سکھائے گئے

- سورۂ بقرہ کی آیت نمبر ۳۱ میں ارشاد ہوا:

عَلَّمَ اٰدَمَ الْاَسْمَآءَ كُلَّهَا

اللہ نے آدم کو تمام اسماء کی تعلیم دی۔

سوال: یہ نام کن کے تھے؟

جواب: اَسْمَاءُ اَنْبِيَاءِ اللّٰهِ وَ اَسْمَاءُ مُحَمَّدٍ وَ عَلِيٍّ وَ فَاطِمَةَ وَ الْحَسَنِ وَالْحُسَيْنِ وَ الطَّيِّبِيْنَ مِنْ آلِهِمَا وَ اَسْمَاءُ رِجَالٍ مِنْ خِيَارِ

شِيعَتِهِمْ وَ عُصَاةِ اَعْدَائِهِمْ ثُمَّ عَرَضَهُمْ عَرَضَ مُحَمَّداً وَ عَلِيًّا وَ الْاَئِمَّةَ عَلَى الْمَلَائِكَةِ اَيْ عَرَضَ اَشْبَاحَهُمْ وَ هُمْ اَنْوَارٌ فِي الْاَظِلَّةِ فَقَالَ اَنْبِئُونِي بِاَسْمَاءِ هٰؤُلَاءِ اِنْ كُنْتُمْ صَادِقِيْنَ.

یہ نام خدا کے انبیاء، محمدؐ، علیؑ، فاطمہؑ، حسنؑ، حسینؑ، اُن کی آل میں سے پاکیزہ افراد، اُن کے منتخب شیعوں اور اُن کے دشمنوں کے مخالفین کے تھے۔ پھر خدا نے محمدؐ، علیؑ اور ائمہؑ کو ملائکہ کے سامنے پیش کیا یعنی انھیں دکھایا جبکہ وہ تاریکی میں منور تھے اور ملائکہ سے پوچھا اگر تم سچے ہو تو مجھے ان کے نام بتاؤ... (بحار الانوار ج ۱۱، ص ۱۱۷)

وہ نام جن کے وسیلے سے جناب آدمؑ کی توبہ قبول ہوئی

- سورۂ بقرہ: آیت ۳۷

فَتَلَقّٰۤى اٰدَمُ مِنْ رَّبِّهٖ كَلِمٰتٍ فَتَابَ عَلَيْهِ اِنَّهٗ هُوَ التَّوَّابُ الرَّحِيْمُ ○

پھر آدمؑ نے اپنے پروردگار سے کچھ کلمات سیکھے (اور معافی مانگی) تو اس نے ان کا قصور معاف کر دیا بے شک وہ معاف کرنے والا (اور) صاحبِ رحم ہے۔

سوال: وہ کلمات کون سے تھے جن کو سیکھ کر حضرت آدمؑ نے توبہ کی اور ان کا ترکِ اولیٰ معاف کیا گیا؟

جواب: علامہ طالب جوہری مدظلہ لکھتے ہیں:

مختلف اقوال میں سب سے زیادہ جس پر روایتیں ملتی ہیں وہ یہ ہے کہ وہ کلمات اسماء پنجتن ہیں۔ چند روایات درج کی جاتی ہیں:

- اِبْنُ الْمُغَازِلِيِّ بِسَنَدِهٖ عَنْ سَعِيْدِ ابْنِ جُبَيْرٍ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ: سُئِلَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَآلِهٖ وَسَلَّمَ عَنِ الْكَلِمَاتِ الَّتِيْ تَلَقَّاهَا آدَمُ مِنْ رَّبِّهٖ فَتَابَ عَلَيْهِ قَالَ: سَئَلَهٗ بِحَقِّ مُحَمَّدٍ وَعَلِيٍّ وَفَاطِمَةَ وَالْحَسَنِ وَالْحُسَيْنِ فَتَابَ عَلَيْهِ وَغَفَرَلَهٗ.

ابن مغازلی نے اپنی سند کے ذریعے سعید ابن جُبیر سے اور انہوں نے عبداللہ ابن عباس سے روایت کی ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے سوال کیا گیا کہ وہ کلمات کیا تھے، جنہیں آدمؑ نے اللہ سے سیکھا تو اس نے توبہ قبول کی؟ فرمایا انہوں نے محمدؐ، علیؑ، فاطمہؑ، حسنؑ، حسینؑ کے حق کے وسیلے سے دعا مانگی تو اللہ نے ان کی توبہ قبول اور ان کی مغفرت کی۔

(ینابیع المودة، باب ۲۴، ص ۹۷)

- فَعَلَيْكَ بِهٰؤُلَاۤءِ الْكَلِمَاتِ فَاِنَّ اللّٰهَ قَابِلُ تَوْبَتِكَ وَغَافِرُ ذَنْبِكَ

اَللّٰھُمَّ اِنِّیٓ اَسْئَلُکَ بِحَقِّ مُحَمَّدٍ وَّآلِ مُحَمَّدٍ سُبْحَانَکَ لَآ اِلٰہَ اِلَّآ اَنْتَ عَمِلْتُ سُوْٓءًا وَ ظَلَمْتُ نَفْسِیْ فَاغْفِرْ لِیْٓ اِنَّکَ اَنْتَ الْغَفُوْرُ الرَّحِیْمُ اَللّٰھُمَّ اِنِّیٓ اَسْئَلُکَ بِحَقِّ مُحَمَّدٍ وَّآلِ مُحَمَّدٍ سُبْحَانَکَ لَآ اِلٰہَ اِلَّآ اَنْتَ عَمِلْتُ سُوْٓءًا وَّ ظَلَمْتُ نَفْسِیْ فَتُبْ عَلَیَّ اِنَّکَ اَنْتَ التَّوَّابُ الرَّحِیْمُ فَھٰٓؤُلَآءِ الْکَلِمَاتُ الَّتِیْ تَلَقّٰھَا آدَمُ.

(جبریلؑ نے آدمؑ سے کہا) تم ان کلمات کو پڑھو اللہ تمہاری توبہ قبول کرے گا اور تمہاری خطا کو بخش دے گا بار الہا میں تجھے محمدؐ و آل محمدؐ کے حق کا واسطہ دے کر تجھ سے سوال کرتا ہوں تو ہر عیب سے بری ہے ، تیرے سوا کوئی معبود نہیں ، میں نے برا کیا اور اپنے نفس پر ظلم کیا تو مجھے معاف کردے ، یقیناً تو ہی معاف کرنے والا اور رحم کرنے والا ہے ، بار الہا میں تجھے محمد و آل محمد کے حق کا واسطہ دے کر تجھ سے مانگتا ہوں تو ہر عیب سے بری ہے ، تیرے سوا کوئی معبود نہیں ، میں نے برا کیا اور اپنے نفس پر ظلم کیا۔ پس میری توبہ قبول فرما ، یقیناً تو ہی توبہ قبول کرنے والا اور رحم کرنے والا ہے تو یہی وہ کلمات ہیں ، جنہیں آدمؑ نے سیکھا تھا۔ (تفسیر درمنثور ج ۱ ،ص ۶۱)

- وَاَخْرَجَ اِبْنُ النَّجَّارِ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ سَئَلْتُ رَسُوْلَ اللہِ

صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَآلِہٖ وَسَلَّمَ عَنِ الْکَلِمَاتِ الَّتِیْ تَلَقّٰھَا آدَمُ مِنْ رَّبِّہٖ فَتَابَ عَلَیْہِ قَالَ سَئَلَ بِحَقِّ مُحَمَّدٍ وَّعَلِیٍّ وَّفَاطِمَۃَ وَالْحَسَنِ وَالْحُسَیْنِ اَلَّا تُبْتَ عَلَیَّ فَتَابَ عَلَیْہِ.

ابن النجار نے ابن عباس سے روایت کی ہے ، انہوں نے کہا کہ میں نے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے ان کلمات کے بارے میں پوچھا جو آدمؑ نے اپنے رب سے سیکھے تھے اور اس نے ان کی توبہ قبول کی تھی ، فرمایا کہ انہوں نے محمدؐ، علیؑ ، فاطمہؑ، حسنؑ اور حسینؑ کے حق کا واسطہ دے کر کہا کہ میری توبہ قبول فرما ،تو اس نے آدم کی توبہ قبول کر لی۔ (تفسیر درمنثور جلد اول ص ۶۱)

ان کے علاوہ بھی بہت سی روایات ہیں جن میں یہ مذکور ہے کہ اہلبیت علیہم السلام کے ناموں کے ذریعہ آدم علیہ السلام کی دعا قبول ہوئی تھی۔ (تفسیر برھان ج ۱ ،ص ۵۶)

ان ساری روایات سے یہ نتیجہ بھی نکالا جا سکتا ہے کہ یہی نام آدم علیہ السلام کو سکھلائے گئے تھے اور انہیں کا نوری وجود فرشتوں کے سامنے پیش کیا گیا تھا۔ (تفسیر الفرقان ج ۱ ،ص ۳۳۳)

(احسن الحدیث ج ۱ ،ص ۲۷۲ ۔ ۲۷۳)

اگر نام محمدؐ را نیا وردی شفیع آن دم
نہ آدمؑ یا فتی توبہ نہ نوحؑ از غرق نجینا (عبدالرحمان جامی)

نام محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم و آل محمدؑ کی برکت

• امام صادق ع: وَاعۡلَمۡ اَنَّهُ لَيۡسَ فِي الۡاَرۡضِ دَارٌ فِيۡهَا اسۡمُ مُحَمَّدٍ اِلَّا وَهِيَ تُقَدَّسُ كُلَّ يَوۡمٍ الۡحَدِيۡث

جان لو زمین پر کوئی گھر ایسا نہیں ہے جس میں نام محمد ہو مگر یہ کہ اسے ہر دن ایک نئی پاکیزگی نصیب ہوتی ہے۔

(وسائل الشیعہ ج ۲۱، ص ۲۹۳)

نام رکھنا محبت کی علامت

• جُعِلۡتُ فِدَاكَ اِنَّا نُسَمِّي بِاَسۡمَائِكُمۡ وَاَسۡمَاءِ آبَائِكُمۡ فَيَنۡفَعُنَا ذٰلِكَ

راوی: میں آپ پر قربان ہم آپ کے اور آپ کے اجداد کے ناموں پر نام رکھتے ہیں تو کیا اس کا ہمیں کوئی فائدہ بھی پہنچتا ہے؟

امام صادق ع: فَقَالَ اِيۡ وَ اللهِ وَ هَلِ الدِّيۡنُ اِلَّا الۡحُبُّ وَالۡبُغۡضُ...

ہاں خدا کی قسم فائدہ ہوتا ہے۔ کیا دین محبت اور نفرت کے علاوہ بھی کسی چیز کا نام ہے؟ ...(مستدرک الوسائل ج ۱۵، ص ۱۲۹، باب استحباب التسمیۃ باسماء الانبیاء والائمۃ)

نام محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تاثیر میدان محشر میں

• وَفِي الۡخَبَرِ اَنَّ رَجُلًا يُؤۡتٰى فِي الۡقِيَامَةِ وَاسۡمُهُ مُحَمَّدٌ فَيَقُولُ اللهُ لَهُ مَا اسۡتَحۡيَيۡتَ اَنۡ عَصَيۡتَنِي وَ اَنۡتَ سَمِيُّ حَبِيۡبِي وَ اَنَا اَسۡتَحۡيِيۡ اَنۡ اُعَذِّبَكَ وَاَنۡتَ سَمِيُّ حَبِيۡبِي

حدیث میں ہے کہ ایک گنہگار شخص کو میدانِ قیامت میں لایا جائے گا جس کا نام محمد ہوگا۔

اللہ: میرے حبیبؐ کے نام پر تیرا نام تھا میری معصیت کرتے ہوئے تجھے کیوں شرم نہ آئی؟ جبکہ اسی وجہ سے تجھے عذاب دیتے ہوئے مجھے حیا آ رہی ہے کہ تیرا نام میرے حبیبؐ کے نام پر ہے۔ (مستدرک الوسائل ج ۱۵، ص ۱۳۰)

نام امام زمانہؑ کا احترام: استفتاء اور ترجمہ

حوالہ: مسائل جدید از دیدگاہ علماء و مراجع تقلید ج ۳

سوال: کیا امام زمانہؑ کا نام سنتے ہی اپنی جگہ پر کھڑے ہوجانا لازم ہے؟ ایسے موقع پر ہاتھ سر پر رکھنے کا کیا حکم ہے؟

جواب: آیت اللہ خامنہ ای: یہ اچھا ہے اور احترام کی علامت ہے۔

آیت اللہ صافی گلپایگانی: واجب تو نہیں ہے مگر بعض روایات

اور قائم شدہ سیرت کے مطابق امام زمانہؑ کی تعظیم کا طریقہ ہے۔
اور بعض روایات اس بات کی نشاندہی کرتی ہیں کہ ہاتھ سر پر رکھنا امام علی رضاؑ کی تاسی میں ہے۔ یہ بھی یاد رہنا چاہیے کہ اگر کسی موقع پر ایسا نہ کرنا بے احترامی کا باعث بنے تو یہ جائز نہیں ہوگا (یعنی اس صورت میں نام آنے پر کھڑا ہونا اور ہاتھ سر پر رکھنا واجب ہوگا)۔

آیت اللہ مکارم شیرازی : کھڑے ہونا مستحب ہے اور بعض روایات میں آیا ہے کہ امام علی رضاؑ ، امام زمانہؑ کا نام سننے پر کھڑے ہوتے تھے اور ہاتھ سر پر رکھتے تھے۔

آیت اللہ بہجت : یہ آداب میں سے ہے۔

آیت اللہ فاضل لنکرانی : احترام کرنا اچھا ہے۔

آیت اللہ سیستانی : یہ مناسب طریقہ ہے اور بعض روایات میں اس کا تذکرہ آیا ہے۔

آیت اللہ تبریزی : لازم تو نہیں ہے لیکن بعض روایات میں وارد ہوا ہے کہ امام علی رضاؑ ، امام زمانہؑ کا نام آنے پر احترام کے لیے کھڑے بھی ہوتے تھے اور ہاتھ بھی سر پر رکھتے تھے۔

احترام به نام مبارک امام زمان (عج)

«من سید و آقای پیامبرانم، علی بن ابیطالب سید اوصیا است، بدرستی که اوصیا و جانشینان بعد از من ۱۲ نفرند، اول آنها علی و آخر آنها قائم است».[۱] پیامبر اکرم(ص)

«مهدی از فرزندان من غیبتی دارد، هنگامی که ظهور کند زمین را پر از عدل و قسط کند همان طور که پر از ظلم و ستم شده باشد».[۲] پیامبر اکرم(ص)

«روزی در مجلس امام صادق(ع) از امام زمان(ع) یاد شد. امام صادق(ع) به خاطر تعظیم و احترام اسم آن حضرت بپا ایستاد».[۳]

سؤال ☒ آیا موقع شنیدن نام مبارک (قائم) ایستادن لازم است؟ در این هنگام دست بر سر گذاشتن چه صورت دارد؟

حضرت آیت الله خامنه‌ای:

احترام خوب و مستحسن است.

---

۱. الحکم الزاهره، ۱۰۲/۱.
۲. الحکم الزاهره، ۱۰۷/۱.
۳. مکیال المکارم، ۲۴۵/۲.

حضرت آیت الله صافی گلپایگانی:

واجب نیست ولی بر حسب بعض روایات و سیره‌ای که برقرار شده تجلیل و تعظیم از آن حضرت است، و بر حسب بعض روایات دست بر سر گذاشتن تأسی به حضرت امام رضا(ع) است، مع ذلک نایستادن در بعضی مواقع که مشعر بر عدم احترام باشد جایز نیست.

حضرت آیت الله مکارم شیرازی:

ایستادن مستحب است و در روایتی آمده که حضرت رضا(ع) هنگامی که نام مبارک آن حضرت را شنیدند برخاستند و دست بر سر گذاشتند.

حضرت آیت الله بهجت:

از آداب است.

حضرت آیت الله فاضل لنکرانی:

خوب است احترام شود.

حضرت آیت الله سیستانی:

مناسب است و در بعضی روایات وارد شده است.

حضرت آیت الله تبریزی:

لزومی ندارد ولکن در بعضی روایات وارد شده که امام رضا(ع) در وقت نام بردن حضرت به احترام ایستاد و دست بر سر گذاشت.

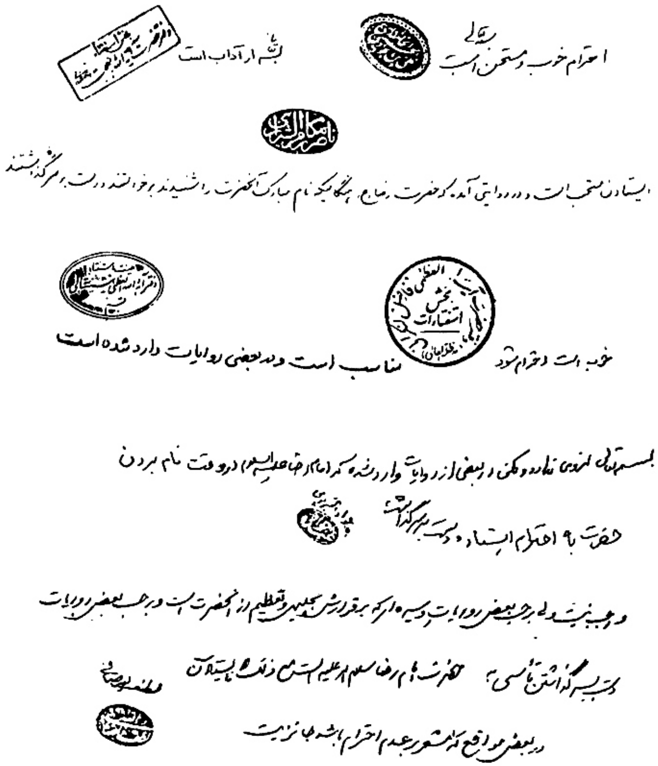
بسمه تعالی احترام خوب و مستحسن است

بسمه از آداب است

ایستادن مستحب است و در روایتی آمده که حضرت رضا(ع) هنگامیکه نام مبارک آن حضرت را شنیدند برخاستند و دست بر سر گذاشتند

خوب است احترام شود

مناسب است و در بعضی روایات وارد شده است

بسمه تعالی لزومی ندارد ولکن در بعضی از روایات وارد شده که امام رضا علیه السلام در وقت نام بردن حضرت به احترام ایستاده و دست بر سر گذاشت

واجب نیست ولی بر حسب بعض روایات و سیره‌ای که برقرار شده تجلیل و تعظیم از آن حضرت است و بر حسب بعض روایات دست بر سر گذاشتن تأسی به حضرت امام رضا سلام الله علیه است مع ذلک نایستادن در بعضی مواقع که مشعر بر عدم احترام باشد جایز نیست

ائمہؑ کے ذکر کی فضیلت اور اُن کے دشمنوں کے ذکر کا ناپسندیدہ ہونا

- وسائل الشیعہ ج ۱۶ ،ص ۳۴۵ ، باب استحباب تذاکر فضل الائمہ و کراھۃ ذکر اعدائھم (ائمہ کے فضائل کا تذکرہ کرنا مستحب اور اُن کے دشمنوں کا تذکرہ کرنا ناپسندیدہ ہے)

حدیث نمبر ۲۱۷۲۲ :

اذاذکر عدونا ذکر الشیطان

جب کبھی ہمارے دشمن کا ذکر ہوتا ہے تو وہ اصل میں شیطان کا ذکر ہوتا ہے۔

- کتاب مستدرک الوسائل میں بھی ایسا ہی ایک باب موجود ہے۔

اولاد کے لئے اچھا نام

- اَبِی الْحَسَنِ ع : اَوَّلُ مَا یَبَرُّ الرَّجُلُ وَلَدَہُ اَنْ یُسَمِّیَہُ بِاسْمٍ حَسَنٍ فَلْیُحْسِنْ اَحَدُکُمْ اسْمَ وَلَدِہِ.

اچھا نام رکھنا باپ کی طرف سے اپنی اولاد کے لئے اولین نیکی ہے لہٰذا تم میں سے ہر ایک کو اپنی اولاد کا اچھا نام رکھنا چاہیے۔
(الکافی ، ج ۶ ،ص ۱۸ ، باب الاسماء والکنیٰ ، کتاب العقیقہ ، حدیث ۳)

- عَنْ اَبِی عَبْدِاللّٰہِ ع اَنَّ النَّبِیَّ ص : مَنْ وُلِدَ لَہُ اَرْبَعَۃُ اَوْلَادٍ لَمْ یُسَمِّ اَحَدَھُمْ بِاسْمِی فَقَدْ جَفَانِی.

امام جعفر صادقؑ : رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا : جس کے چار بیٹے ہوں اور کسی ایک کا نام بھی میرے نام پر نہ رکھے تو اُس نے مجھ پر جفا کی۔ (ایضاً حدیث ۶)

دشمنوں کا نام علیؑ سے بغض
اور
معصومینؑ کی طرف سے اشاعت

مت بھولیں کہ تاریخ نے وہ دور بھی دیکھا ہے جب ''علیؑ'' نام رکھنا بھی جرم تھا۔ پوری کوشش کی جاتی تھی کہ اس نام کو مٹا کر باطل ناموں کو Promote کیا جائے۔ معصومینؑ کی تمنا اور خواہش تھی کہ اہلبیتؑ کے مقصد اور ان کے ناموں کو بھی زندہ رکھا جائے۔

جب معاویہ کے عامل مروان بن حکم نے چوتھے امام علی زین العابدینؑ سے سوال کیا:

مروان: ما اسمک : تمہارا نام کیا ہے؟

امامؑ: علی بن الحسین

مروان: ما اسم اخیک : تمہارے بھائی کا نام کیا ہے؟

امامؑ: علی

مروان: علی اور پھر علی۔ تمہارے باپ کا مقصد کیا ہے۔ کیا سب بیٹوں کے نام علی ہی رکھیں گے؟

جب امام حسینؑ تک یہ طنز پہنچا تو آپؑ نے مروان کی سرزنش کرتے ہوئے فرمایا:

لَوْ وُلِدَ لِي مِائَةٌ لَاَحْبَبْتُ اَنْ لَا اُسَمِّيَ اَحَدًا مِنْهُمْ اِلَّا عَلِيًّا

اگر خدا مجھے سو بیٹے دے گا تو میں ان سب کا نام ''علی'' رکھنا پسند کروں گا۔ (ایضاً حدیث ۷)

- عَنْ جَابِرٍ قَالَ اَرَادَ اَبُوْ جَعْفَرٍ ع الرُّكُوْبَ اِلٰى بَعْضِ شِيْعَتِهٖ لِيَعُوْدَهٗ فَقَالَ يَا جَابِرُ الْحَقْنِيْ فَتَبِعْتُهٗ فَلَمَّا انْتَهٰى اِلٰى بَابِ الدَّارِ خَرَجَ عَلَيْنَا ابْنٌ لَهٗ صَغِيْرٌ فَقَالَ لَهٗ اَبُوْ جَعْفَرٍ ع مَا اسْمُكَ قَالَ مُحَمَّدٌ قَالَ فَبِمَا تُكَنّٰى قَالَ بِعَلِيٍّ فَقَالَ لَهٗ اَبُوْ جَعْفَرٍ ع لَقَدِ احْتَظَرْتَ مِنَ الشَّيْطَانِ احْتِظَارًا شَدِيْدًا اِنَّ الشَّيْطَانَ اِذَا سَمِعَ مُنَادِيًا يُنَادِيْ يَا مُحَمَّدُ يَا عَلِيُّ ذَابَ كَمَا يَذُوْبُ الرَّصَاصُ حَتّٰى اِذَا سَمِعَ مُنَادِيًا يُنَادِيْ بِاسْمِ عَدُوٍّ مِنْ اَعْدَائِنَا اهْتَزَّ وَ اخْتَالَ.

جابر سے روایت ہے کہ وہ امام محمد باقرؑ کے ساتھ ایک شیعہ سے ملاقات کے لیے گئے جب امامؑ گھر کے دروازے تک

پہنچے تو اُس کا چھوٹا بچہ باہر آیا۔

امامؑ: بیٹا تمہارا نام کیا ہے؟

بچہ: محمد۔

امامؑ: کنیت میں کس کا حوالہ ہے؟

بچہ: علی کا۔

امامؑ: تم نے تو شیطان کے مقابلے میں خوب حفاظت کا انتظام کیا ہوا ہے۔ شیطان جب کسی کو یا محمد، یا علی کی صدا لگاتے ہوئے سنتا ہے تو پگھلے ہوئے سیسے کی مانند گھل جاتا ہے اور جب شیطان ہمارے دشمنوں میں سے کسی دشمن کے نام کی گونج سنتا ہے تو جھوم اُٹھتا ہے اور اکڑنے لگتا ہے۔ (ایضاً حدیث ۷)

نام بدلنے کا حکم:

یعقوب سراج سے امام جعفر صادقؑ نے فرمایا:

اِذْهَبْ فَغَيِّرِ اسْمَ ابْنَتِكَ الَّتِيْ سَمَّيْتَهَا اَمْسِ فَاِنَّهٗ اسْمٌ يُبْغِضُهُ اللّٰهُ وَ كَانَتْ وُلِدَتْ لِيَ ابْنَةٌ فَسَمَّيْتُهَا بِالْحُمَيْرَاءِ فَقَالَ اَبُوْ عَبْدِ اللّٰهِ ع انْتَهِ اِلٰى اَمْرِهٖ تَرْشُدْ فَغَيَّرْتُ اسْمَهَا

امامؑ: جاؤ! کل جس بیٹی کا نام رکھا تھا اُس کا نام بدل دو۔ اس لئے کہ اللہ اس نام سے نفرت کرتا ہے۔

(یعقوب: میری بیٹی پیدا ہوئی تھی جس کا نام میں نے حمیرا رکھا تھا)

امامؑ: اس کام کو انجام دو تا کہ ہدایت پا جاؤ۔

(یعقوب: میں نے اپنی بچی کا نام بدل دیا)

(وسائل الشیعہ ج ۲۱، ص ۳۸۹۔ تتمہ کتاب النکاح، ابواب احکام الاولاد، باب استحباب تسمیة الولد باسم حسن و تغییر اسمه ان کان غیر حسن، حدیث ۳)

برا نام نہ رکھنے کا حکم

- لَا تَنَابَزُوْا بِالْاَلْقَابِ بِئْسَ الِاسْمُ الْفُسُوْقُ

اور نہ ایک دوسرے کا برا نام رکھو۔ ایمان لانے کے بعد برا نام (رکھنا) گناہ ہے۔ (سورۂ حجرات: آیت ۱۱)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم برے نام بدلوا دیتے تھے

- اَنَّ رَسُوْلَ اللهِ ص كَانَ يُغَيِّرُ الْاَسْمَاءَ الْقَبِيْحَةَ فِي الرِّجَالِ وَالْبُلْدَانِ

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا طریقہ کار تھا کہ لوگوں کے اور شہروں کے برے نام بدلوا دیا کرتے تھے۔ (ایضاً حدیث ۵)

شعائر اسلامی کا احترام از

آیت اللہ شہید مرتضیٰ مطہریؒ سے اقتباسات:

(۱) وہ اسلامی احکام و قوانین، جو سب مسلمانوں کے لئے ہیں، اُن میں سے ایک حکم اسلامی شعائر کے احترام کا لازم ہونا ہے۔ یعنی شعائر اسلامی کی تعظیم کرنا ہے۔

پہلے ہمیں لفظ ''شعار'' کے معنی بیان کرنا چاہئیں، تا کہ معلوم ہو سکے کہ تعظیم شعار سے کیا مراد ہے۔ اس کے بعد ہم دیکھیں گے کہ کون سی چیزیں شعائر اسلامی میں شامل ہیں جن کی تعظیم و تکریم ہمارا فریضہ ہے۔

جس مادّے سے لفظ ''شعور'' ماخوذ ہے اُسی سے شعار نکلا ہے۔ شعور میں علم و ادراک کا مفہوم پایا جاتا ہے، جبکہ شعار اُس چیز کو کہتے ہیں جس میں ایک طرح کی وابستگی کا اظہار موجود ہو۔ انسان جو بھی ایسا کام کرے جس کا مفہوم و معنی یہ ہو (یا کم از کم اس میں یہ پہلو موجود ہو) کہ اس سے انسان کی کسی خاص گروہ، فرقے، ملک، حزب اور جماعت سے وابستگی کا اظہار ہوتا ہو، اسے ''شعار'' کہتے ہیں۔

(اسلام اور عصر حاضر کی ضروریات ص ۱۹۵ ـ ۱۹۶)

(۲) ہر شعار ایک طرح کا اظہارِ وابستگی ہے۔ جب ہم کہتے ہیں ''شعائر اسلامی'' تو اس سے مراد ایسی باتیں ہوتی ہیں جن سے اسلام کے ساتھ ہماری وابستگی کا اظہار ہوتا ہے۔ خصوصاً دین مقدس اسلام میں بعض

احکام ایسے ہیں جو اسی مقصد کے لئے وضع کئے گئے ہیں کہ ایک مسلمان یا اسلامی معاشرہ ان کے ذریعے اسلام سے اپنی وابستگی کا اظہار کرے۔

کلی طور پر، حقیقی متن کے لحاظ سے ''اصول'' بنیاد کی اور ''شعائر'' مغز کے اوپر پوست اور کھال کی حیثیت رکھتے ہیں۔ یعنی ہمارے پاس اسلام میں کچھ اصول ہیں (جن میں اعتقادی اصول، اجتماعی اصول اور عبادی اصول، سب شامل ہیں) یہ رکن اور اساس ہیں اور کچھ شعائر ہیں جو ان اصولوں سے وابستہ ہیں۔

(اسلام اور عصر حاضر کی ضروریات ص ۲۲۱ تا ۲۲۲)

(۳) اسلامی شعائر

اسلام ایک اجتماعی دین ہے۔ یہ دین بھی ہے دنیا بھی ہے، آخرت بھی ہے زندگی بھی ہے، اس کے معنوی، روحانی اور الٰہی قوانین بھی ہیں اور اجتماعی ضوابط بھی۔ اس میں انسانی زندگی کے تمام شعبوں کے لئے قوانین پائے جاتے ہیں۔ اسلامی آئیڈیالوجی میں ہر چیز موجود ہے۔ اس میں قانونِ اقتصاد ہے، قانونِ سیاست ہے، قانونِ اجتماع ہے، قانونِ عدالت ہے، ثقافت ہے، اخلاق ہے اور معرفت خدا ہے۔

کیونکہ اسلام ایک اجتماعی دین ہے، لہٰذا صرف بات پر اکتفا نہیں کرتا کہ میں اور آپ صرف اپنی ذات کی حد تک مسلمان ہوں۔ جب

میں خود اپنی ذات کے لئے جیتا ہوں، ذاتی طور پر ایک مسلمان شخص ہوں۔ یعنی میرے عقائد اسلامی ہیں اور میں اسلامی قوانین پر عمل کرتا ہوں، اسلامی عبادات نماز اور روزے کو اپنے موقع پر انجام دیتا ہوں، میری شادی اور طلاق جیسے خاندانی قوانین اسلامی اصولوں کے مطابق ہیں، میرے تجارتی قوانین اسلامی معیارات کے مطابق ہیں، میرے اخلاقی قوانین اسلامی معیارات کی بنیاد پر ہیں۔ لہٰذا بس میں مسلمان ہوں۔

نہیں، ان مسائل کے علاوہ اسلام اپنے اجتماعی کردار کی وجہ سے اور ایک اکائی کی طرح اجتماعی زندگی گزارنے کی خواہش کی وجہ سے اس طرح کے احکام بھی رکھتا ہے اور ان کے علاوہ کچھ شعائر کا بھی مالک ہے۔ ایسے شعائر جن کے ساتھ ایک مسلمان کو زندگی بسر کرنا چاہئے، یعنی اسے اپنی زندگی ان شعائر کے ہمراہ گزارنی چاہئے۔ صرف زبان کے ذریعے اپنے مسلمان ہونے کا اعلان نہیں کرنا چاہئے۔ بلکہ اسے چاہئے کہ ہمیشہ ان شعائر کے ذریعے اپنے مسلمان ہونے کا اظہار کرے۔ اگر آپ ملک سے باہر کسی جگہ سفر کر رہے ہیں اور اپنی گاڑی پر آپ نے تین رنگوں والا پرچم لگایا ہوا ہے تو آپ زبان سے نہیں کہہ رہے کہ میں ایرانی ہوں بلکہ اپنے عمل سے اعلان کرنا چاہتے ہیں کہ میں ایرانی ہوں، میں ایران سے وابستہ ہوں، مجھے اس میں کوئی باک اور شرم نہیں کہ میں ایرانی ہوں، بلکہ مجھے افتخار ہے کہ میں ایرانی ہوں۔ اس پرچم کو نصب کرکے اس کے ذریعے

آپ ایران سے اپنی وابستگی کا اعلان کرتے ہیں۔

ایک مسلمان ہونے کے ناطے ہمارے پاس یہ تمام تر احکام اور قوانین موجود ہیں۔ ہمیں تہذیبِ نفس کرنی چاہئے، ہمیں خدا شناس ہونا چاہئے، نماز گزار ہونا چاہئے، روزے دار ہونا چاہئے، حج کرنا چاہئے، سود خوری سے پرہیز کرنا چاہئے، شراب نوشی سے اجتناب کرنا چاہئے، جھوٹ بولنے سے گریز کرنا چاہئے، صادق اور امین ہونا چاہئے۔ اسلام کے ان لامتناہی احکام وفرامین کے ساتھ ساتھ، جب ہم زندگی گزار رہے ہوں تو ہماری زندگی پر کچھ اور آثار بھی نمایاں ہونے چاہئیں، جن کے ذریعے ہم عملاً کہہ رہے ہوں کہ ہم مسلمان ہیں۔ یہ آثار ہمارے لباس سے ظاہر ہوں، ہمارے چہرے مہرے سے ظاہر ہوں، ہماری محافل سے ظاہر ہوں، اپنے گھروں میں جو طغرے لگاتے ہیں ان سے ظاہر ہوں، ہماری عمارتوں اور شہر کے اسٹائل سے ظاہر ہوں، الغرض ہماری زندگی کے تمام شعبوں سے ظاہر ہوں۔ یعنی ہمارا گھر کہے کہ میں ایک مسلمان کا گھر ہوں، اگر کوئی ہماری گلی سے گزرے، تو ہمارے گھر کے باہر کوئی ایسی علامت ہو جو یہ بتا سکے کہ یہ ایک مسلمان کا گھر ہے، ہمارے لباس پہننے میں کم از کم ایک علامت ایسی ہو جو یہ کہہ سکے کہ میں مسلمان ہوں۔

ہم نے اِن امور میں نہ قومی شعائر باقی چھوڑے ہیں اور نہ اسلامی شعائر، کسی میں بھی نہیں، نہ ہماری عورت میں اور نہ ہمارے مرد

میں۔ کوئی بھی آکر ہماری عورت کو دیکھے، تو نہ چہرے مہرے سے، نہ گھر سے اور نہ کسی اور چیز سے وہ یہ سمجھ سکتا ہے کہ وہ ایرانی ہے یا مسلمان ہے۔ یہی حال ہمارے مرد کا ہے۔ یعنی ہم نے اپنی زندگی کے تمام پہلوؤں میں کوئی شعار باقی نہیں رہنے دیا۔ ہماری تمام حرکات وسکنات کو اعلان کرنا چاہئے تھا۔ اگر ہم ان شعائر کی حفاظت کریں، تو ہم اسلامی شعائر میں اپنی اسلامی روح کو اور اپنے قومی شعائر میں اپنی قومی روح کو محفوظ رکھ سکتے ہیں۔ لیکن اگر ہم اپنے شعائر گنوا دیں، خصوصاً اگر دوسروں کے شعائر اور رنگ اپنالیں (کیونکہ ہر قوم کا شعار اُس کا رنگ ہوتا ہے) اور پھر ہم کہتے رہیں کہ ہم مسلمان ہیں، ہم ایرانی ہیں لیکن ہم نے فرنگیوں کا شعار اپنایا ہوا ہو، تو اس کا مطلب یہ ہے کہ ہم فرنگیوں کے حلق کے لئے ایک تر نوالہ ہیں، کہ وہ ہمیں کھالیں اور ہمیں ہضم کر جائیں۔

ہم سادہ اور نسبتاً چھوٹی سی مثال عرض کرتے ہیں۔ البتہ چھوٹی نہیں، معنی کے لحاظ سے بڑی ہے، ہاں ظاہراً چھوٹی ہے۔ ہم موحد ہیں، خدا پرست ہیں۔ خدا پرستی ایک حقیقت ہے، خدا پرستی کوئی شعار نہیں بلکہ واقعیت ہے۔ خدا شناسی حقیقت ہے۔ ہم خدا کو پہچانتے ہیں، اللہ پر ایمان رکھتے ہیں، عمل میں بھی ہمارا بھروسہ اللہ پر ہے اور ہم اُس کی عبادت کرتے ہیں۔ یہ امر اپنی جگہ پر ایک حقیقت ہے۔ لیکن اس توحید کے کچھ شعائر بھی ہیں۔ یعنی اسلام میں بعض ایسی باتیں ہیں جو توحید کے

شعائر ہیں اور ان شعائر کے ذریعے ہم عملاً اعلان کرنا چاہتے ہیں کہ ہم موحد ہیں، خدا پرست ہیں اور خدا کی معرفت رکھتے ہیں۔

نبوت بھی اپنے مقام پر ایک حقیقت ہے۔ نبوت، یعنی ہم خاتم الانبیاء کے وجودِ مقدس تک اللہ کے تمام نبیوں پر یقین رکھتے ہیں اور سب کا اعتراف کرتے ہیں اور یہ بھی کہ ہم حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کے وجودِ مقدس پر آخری نبی کی حیثیت سے اور قرآن پر آخری آسمانی کتاب کی حیثیت سے ایمان رکھتے ہیں۔ یہ ایک حقیقت ہے۔ لیکن کچھ شعائر بھی ہیں، جن کے ذریعے ہم اعلان کرتے ہیں کہ ہم نبوت پر ایمان و اعتقاد رکھتے ہیں۔ (ممکن ہے ہم موحد ہوں لیکن نبوت پر یقین نہ رکھتے ہوں)

امامت و ولایت بھی اسی طرح ہے۔ ہم شیعہ، جو اسلام میں پیشوائی اور امامت کے مسائل میں ایک خاص نظریہ رکھتے ہیں، جو ہماری نظر میں اصول دین کا حصہ ہے۔ خود امامت بھی اپنے مقام پر ایک حقیقت ہے، جس پر ہمارا ایمان ہے اور ہم جس کا اعتراف کرتے ہیں۔ ہمارے درمیان شعائر بھی ہیں جن کے ذریعے ہم ظاہر کرتے ہیں کہ ہم دوسروں کی طرح مسلمان ہیں، دوسروں کی طرح موحد ہیں، دوسروں کی طرح رسالت پیغمبر پر اعتقاد و ایمان رکھتے ہیں۔ لیکن ہم امامت پر بھی اعتقاد رکھتے ہیں۔ ہم شیعہ ہیں اور تشیع کے بھی کچھ شعائر ہیں۔

اسلام ایک اجتماعی دین ہے، اور وہ اعتراف کرتا ہے کہ عدالت

ایک قطعی اور ثابت شدہ اجتماعی اصول کی حیثیت رکھتی ہے، بلکہ وہ انبیا کو اس کے اجرا و نفاذ پر مامور سمجھتا ہے۔ اور انبیا کی بعثت کے دو مقاصد میں سے ایک مقصد قیامِ عدالت قرار دیتا ہے۔ خود عدالت بھی اپنے مقام پر ایک حقیقت ہے۔ لیکن اسلام کچھ ایسے شعائر بھی رکھتا ہے جن کی بنیاد پر ہم کہیں گے کہ ہمارے دین میں اصولِ عدالت ہے، ہمارے دین میں اصولِ انصاف ہے، ہمارے دین میں ظلم کے خلاف جدوجہد اور ظلم کو قبول نہ کرنا ہے۔ یعنی ہم ان اصولوں کے ساتھ اپنی وابستگی کا اعلان کرتے ہیں۔

کاموں کی ابتدا کے لئے شعار

اب ہم توحید کے بارے میں گفتگو کرتے ہیں۔ ایک اسلامی شعار (جو اب ہمارے درمیان متروک ہو رہا ہے، ہمیں چاہئے کہ خاص طور پر اس کا ذکر کریں) وہ یہ ہے کہ: ہم جس کسی کام کے آغاز کا ارادہ رکھتے ہوں، ایک ایسا کام جو امیرالمومنین کی تعبیر کے مطابق بال و پر رکھتا ہو۔ یعنی ہم اُس کی اہمیت کے قائل ہوں۔ جب ہم اسے شروع کرنا چاہیں، اگرچہ غیر اہم کام کے شروع کرنے کے لئے بھی اچھا ہے، لیکن ہمیں چاہئے کہ اہمیت رکھنے والے کاموں کو بسم اللہ الرحمٰن الرحیم سے شروع کریں۔ کام شروع کرنے کے لئے ہر قوم کا اپنا ایک شعار ہوتا

ہے۔ ملت اسلامیہ کے پاس بھی اپنے کام شروع کرنے کے لئے ایک شعار ہے اور وہ توحید ہے۔ (کوئی مسلمان) گاڑی پر سوار ہونا چاہے تو شعارِ توحید دیتا ہے، کھانا شروع کرنے لگتا ہے تو شعارِ توحید دیتا ہے، گھر میں داخل ہونے لگتا ہے تو شعارِ توحید دیتا ہے، کسی عمارت کی تعمیر شروع کرنے لگتا ہے تو شعارِ توحید دیتا ہے اور ہر کام جس کی اہمیت کا قائل ہوتا ہے اسے شروع کرنے لگتا ہے تو شعارتوحید دیتا ہے۔ بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم مسلمان کا شعار ہے۔ اللہ جو رحمان و رحیم ہے، اُس کے نام سے۔ آپ دیکھئے کہ اس جملے میں کیا کیا معانی جمع ہیں۔ اللہ، یعنی میں ایک ایسی ذات پر ایمان رکھتا ہوں جو لامتناہی ہے، تمام صفاتِ کمالیہ اس میں جمع ہیں، میں ایک ایسی ذات پر اعتقاد رکھتا ہوں کہ تمام عالم ہستی جس کی رحمانیت و رحمت کا مظہر ہے۔ عالم ہستی اُس کی رحمت کا مظہر ہے۔ میں اُس خدا پر ایمان رکھتا ہوں جو رحیم ہے۔ یعنی اگر کوئی بندہ اُس کی رضا کے راستے پر قدم اٹھائے تو اس کی خاص عنایات و الطاف اِس کے شامل حال ہوں گی۔

ہم کیوں اس شعار کو بھولتے جا رہے ہیں؟ کیوں اسے فراموش کرنا چاہتے ہیں؟ کیوں اس شعار کی تحقیر کرتے ہیں؟

’’بسم اللہ الرحمٰن الرحیم‘‘ دراصل لا الٰہ الا اللہ سے وابستگی کا اعلان کرنا ہے۔ یہ اس بات کا اعلان ہے کہ میں اللہ کے سوا کسی کو قابلِ

اطاعت نہیں سمجھتا۔ غیر از خدا جو کوئی بھی ہے میں اُس سے آزاد ہوں۔ میں فقط ایک ہستی کے سامنے جھکتا ہوں اور وہ خدا ہے۔ (بسم اللہ الرحمٰن الرحیم، یعنی) اُس خدا کے نام سے کہ میں بس اُسی کا بندہ ہوں۔ اگر آپ کو اِس سے بہتر کوئی چیز مل جائے تو ہم اس اسلامی شعار سے دستبردار ہوجائیں گے۔ اگر آپ کو اس سے عالی تر اور ترقی یافتہ تر کوئی اور شعار مل جائے تو ہمیں کوئی اعتراض نہیں ہوگا۔

کہتے ہیں کہ یہ رجعت پسندی ہے۔ جبکہ رجعت پسندی یہ ہے کہ انسان ایک انتہائی عالی شعار کو چھوڑ کے ایک کمتر اور پست شعار کو اپنالے۔ ہم دیکھتے ہیں کہ فرنگی لوگ اپنی کتابوں کے آغاز میں بسم اللہ الرحمٰن الرحیم نہیں لکھتے، بلکہ اللہ کا نام ہی نہیں لکھتے۔ یہ دیکھ کر ہم کہتے ہیں کہ ہم بھی نہ لکھیں کیونکہ اس کا فیشن نہیں رہا اور یہ کہنہ اور قدیم ہوگیا ہے۔ ایک شخص جو مادّہ پرست ہے اور واقعاً اللہ پر اعتقاد نہیں رکھتا، (اِس سلسلے میں) ہم اُس سے بنیادی بات یعنی اللہ کے وجود کے بارے میں گفتگو کریں گے کہ آیا وہ وجود رکھتا ہے یا نہیں؟ لیکن اُس شخص پر تعجب ہے جو اللہ کے وجود کو مانتا ہے لیکن اپنی کتاب کے شروع میں بسم اللہ الرحمٰن الرحیم لکھنے پر تیار نہیں ہوتا۔ اب بعض افراد اس شعار کا دوسرا درجہ لکھتے ہیں ’’بہ نامِ خدا‘‘ یہ اچھا جملہ ہے۔ خدا کے نام سے شروع کیا گیا ہے لیکن ہمیں یہ بات جاننی چاہئے کہ خود ’’بسم اللہ الرحمٰن الرحیم‘‘ ایک

شعار ہے۔ہمیں خود اس جملے کو زندہ رکھنا چاہئے۔آرڈر دے کر ''بسم اللہ الرحمٰن الرحیم'' کے نہایت عالی ، ظریف اور خوبصورت کتبے بنوائے جائیں۔انہیں اپنے گھروں میں لگائیں۔ڈریں نہیں ،کس کا ڈر ہے؟

ہم اپنی خودی گنوا دینے والے لوگ ہیں۔ ہمارا خیال ہے کہ اگر ہم کسی فرنگی کے سامنے بسم اللہ الرحمٰن الرحیم کہیں گے تو وہ ہمیں قدامت پرستی کا الزام دے گا ، لہٰذا ہم کچھ نہیں کہتے۔ (حالانکہ) آپ کی منطق قوی ہے ، آپ کسی کے سامنے بھی جائیں اس منطق کا دفاع کیجئے ، باآواز بلند بسم اللہ الرحمٰن الرحیم کہیے۔ کیوں نہیں کہتے ؟ کیوں بسم اللہ کہنے سے اجتناب کرتے ہیں ؟ ہمیں ایک شعار کی حیثیت سے بسم اللہ کی حفاظت کرنی چاہئے اور شعار کی طرح ہی اِس کی حفاظت کرنی چاہئے۔ میں اگر دل میں بسم اللہ الرحمٰن الرحیم کہوں اور کوئی اسے نہ سنے تو پھر یہ شعار نہیں ہے۔ہمیں اسے بلند آواز سے کہنا چاہیے۔ بلند آواز سے کہنے کی تاثیر ہوتی ہے۔

اگر آپ اپنے گھر میں ہمیشہ بسم اللہ کہتے رہیں ، تو آپ کے بچے پر اثر پڑے گا۔ بچے کی روح پر جس قدر شعار اثر ڈالتا ہے اصل حقیقت اس قدر اثر انداز نہیں ہوتی۔ یعنی بچے میں اس کی استعداد نہیں ہوتی۔ اگر آپ چاہتے ہیں کہ آپ کا بچہ موحد بنے تو شروع ہی سے شعارِ توحید کو اپنے گھر میں داخل کریں۔ اگر آپ چاہتے ہیں کہ آپ کا بچہ

اسلام پیغمبر اور قرآن پر اعتقاد رکھے تو شروع ہی سے شعائر نبوت کو اپنے گھر میں رواج دیں۔ اگر آپ چاہتے ہیں کہ آپ کا بچہ ائمہ اطہار پر ایمان رکھے تو شعائر امامت کو اپنے گھر میں لے جائیں۔ اگر آپ چاہتے ہیں کہ آپ کا بچہ اسلام کے اصولِ اجتماعی کا پابند ہو اور اسلام کے اصولوں کو پہچانتا ہو تو اسلام کے حقوق اور عدالت کے شعائر کو اپنے گھر میں لے جائیں۔جس بچے نے ابھی آنکھ کھولی ہے ، اُس کے کان سننے لگے ہیں اور وہ سمجھنے لگا ہے ، جب وہ دیکھتا ہے کہ اُس کا باپ ہر کام کرتے وقت ، حتیٰ دسترخوان پر بیٹھتے وقت سب سے پہلے بلند آواز میں (آہستہ نہیں کہ بچہ سمجھے ہی نہیں اور اُس کی روح پر کچھ اثر نہ ہو) بسم اللہ الرحمٰن الرحیم کہتا ہے ، اُس کے بعد کھانے کی طرف ہاتھ بڑھاتا ہے اور جب کھانا کھا چکتا ہے تو کہتا ہے الحمد للہ رب العالمین ''شکراً للہ'' یا اللہ تیرا شکر ہے۔ جب وہ دیکھتا ہے کہ اُس کا باپ گاڑی پر سوار ہوتے وقت ، گاڑی کا دروازہ کھولتے وقت بسم اللہ الرحمٰن الرحیم کہتا ہے ،تو یہ عمل بچے کی روح پر بہت اثر کرتا ہے۔خوش قسمتی سے ایک شعار جو ہمارے درمیان زندہ رہ گیا ہے اور اسے اور زیادہ زندہ کرنا چاہئے اور ہمیں اُس کی حفاظت کرنی چاہئے ، وہ شعارِ نبوت ہے ، وہ ''صلوات'' ہے ، جو ہمارے درمیان معمول ہے اور بہت اچھی بات ہے۔ واقعاً جب رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا اسمِ مبارک لیا جائے تو ہمیں صلوات بھیجنا چاہئے اور صلوات بھی بلند آواز سے بھیجنا

چاہئے۔ یہ شعار معنی رکھتا ہے۔ جب آپ بلند آواز سے صلوات بھیجتے ہیں تو آپ یہ کہنا چاہتے ہیں کہ میں قرآن پر اعتقاد رکھتا ہوں ، میں قرآن لانے والے پر ایمان رکھتا ہوں ، میں قرآن کی باتوں کا پابند ہوں ، ان پر ایمان رکھتا ہوں اور انہیں قبول کرتا ہوں۔

’’حی علی خیر العمل‘‘ اذان میں تشیع کا شعار ہے۔ سب جانتے ہیں اور اس بات کو اہلِ سنت کی ادلہ سے بھی ثابت کیا جا سکتا ہے کہ یہ ایک شعاری جملہ ہے جو اسلامی متون میں موجود ہے۔ ہمیں یہ شعار بلند کرنا چاہئے۔ علیؑ ولی اللہ ہمیں ایک شیعہ شخص کے گھر میں دکھائی دیتا ہے۔ لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ لکھنے کے بعد اِس کے نیچے ہم علیؑ ولی اللہ لکھتے ہیں۔ یہ وہ شعائر ہیں جنہیں ہمیں زندہ رکھنا چاہئے۔

میں جب اپنے بارے میں سوچتا ہوں ، تو دیکھتا ہوں کہ میرے مرحوم پدر بزرگوار جو ابھی دو تین ماہ پہلے دنیا سے رخصت ہوئے ہیں (ان سے میں نے اس سلسلے میں کئی باتیں سیکھی ہیں) ممکن نہ تھا کہ وہ معمولی اہمیت کا بھی کوئی کام شروع کریں اور بلند آواز سے بسم اللہ الرحمٰن الرحیم نہ کہیں اور کہتے بھی اس طرح سے کہ سب سنتے۔ جیسا کہ مجھے معلوم ہوا ہے اس مردِ بزرگ نے دنیا سے جانے سے پہلے جو آخری جملہ کہا وہ بلند آواز سے بسم اللہ الرحمٰن الرحیم ہی تھا۔ یہ کہا اور ایک دقیقے بعد چل بسے۔ اس سے بہتر کیا ہوسکتا ہے کہ انسان اس شعار کے ساتھ دنیا سے جائے۔

نام رکھنے کا مسئلہ

ہمارے شعائر میں سے ایک اور شعار جسے افسوس کی بات ہے کہ ہمارا معاشرہ مغرب زدگی کے زیر اثر ترک کرتا جا رہا ہے، نام رکھنے کا معاملہ ہے۔ ہر قوم اپنے بچوں کے جو نام رکھتی ہے وہ اس کے اپنے مخصوص نام ہوتے ہیں۔ رابرٹ ہمارا نام نہیں ، دنیائے عیسائیت کا نام ہے۔ ہم مسلمان ہیں ، مسلمان کے اپنے نام ہوتے ہیں اور اس کے لئے حکم بھی موجود ہے۔ حکم ہے کہ ان ناموں کو فراموش نہ ہونے دیں۔ انتہائی افسوس کی بات ہے کہ ہماری جدت پسندی[۱] کے مظاہر میں سے ایک مظہر وہ احساس ہے جو ہمارے بعض طبقات ، خصوصاً بعض خواتین میں پیدا ہوگیا ہے۔ اُن کے خیال میں اسلامی نام دقیانوسی ہو چکے ہیں اور اپنے بچوں کے نام حسن اور حسین رکھنے کی وجہ سے ان کی شخصیت مجروح ہوتی ہے (اگرچہ یہ خواتین امام حسن اور امام حسین پر ایمان رکھتی ہیں) لیکن اپنے بچوں کا نام علی ، احمد ، مصطفیٰ ، مرتضیٰ ، ابو القاسم ، رضا ، کاظم ، صادق ، باقر اور انبیا کے اسمائے گرامی پر ابراہیم ، اسماعیل ، اسحاق ، موسیٰ اور عیسیٰ رکھنے پر آمادہ نہیں۔

۱۔ یا یہ کہیں کہ ہماری بدقسمتی کے مظاہر میں سے ہے۔ کیونکہ یہ متمدن ہونا تو نہیں ، درک وفہم وشعور تو نہیں۔ ہم سمجھتے ہیں کہ اگر ہم کسی چیز کی جگہ کوئی جدید اور تازہ چیز لے آئیں تو یہ تمدن اور ترقی ہے۔

گویا ہم سمجھتے ہیں کہ یہ نام پرانے ہو گئے ہیں اور ویسے بھی کوئی ممانعت تو ہے نہیں ، مسلمانی ان باتوں میں تو نہیں ہے۔ اب اگر میں ان کی جگہ مثلاً تین اور چار ہزار سال پہلے کے آتش پرستوں کے ناموں میں سے کوئی نام رکھ لوں (تو اس میں کیا مضائقہ ہے؟)

نہیں جناب ، مسلمان ہونا کوئی مذاق نہیں ہے۔ اسلام کو بھی ہماری ضرورت نہیں کہ اس صورت میں وہ ہم سے مصالحت کر لے کہ کوئی بات نہیں ، میں اس مسئلے میں چشم پوشی کر لیتا ہوں۔ ہمیں یا مسلمان ہونا پڑے گا اور ان اسلامی شعائر کی حفاظت اور نگہداشت کرنا ہوگی جو اسلام سے ہماری وابستگی کا اظہار ہوتے ہیں ، یا پھر ہمیں اسلام سے استعفیٰ دینا ہوگا۔ شعائر کو ترک کرنے کا رفتہ رفتہ یہ نتیجہ نکلے گا کہ بعدازاں ہم اصل مفہوم کو ہی بھلا بیٹھیں گے۔

ہم بھی اس بات کو قبول کرتے ہیں کہ اسلام کی ماہیت وحقیقت اس بات سے ہرگز وابستہ نہیں کہ میرا نام حسن ہو یا کامران۔ کتنے ہی افراد ایسے گزرے ہیں جن کے نام حسن ، حسین اور احمد تھے اور انہوں نے اسلام کی کمر توڑ ڈالی۔ جبکہ ممکن ہے میرا نام ایک غیر اسلامی نام ہو لیکن میں عملاً ایک حقیقی مسلمان ہوں۔ ہم اس بات کے منکر نہیں ہیں۔ ہم یہ نہیں کہتے کہ ہر کوئی (مسلمانوں کا سا) نام (رکھ لینے) سے مسلمان ہوجاتا ہے اور ہر کوئی (غیر اسلامی) نام رکھنے سے اسلام سے نکل جاتا

ہے ، لیکن عرض کرتے ہیں کہ اس کا بھی دنیائے اسلام میں اپنا ایک حساب ہے۔ ہمیں ان ناموں کی ظروف کی حیثیت سے حفاظت کرنی چاہیئے تا کہ ان کا مفہوم ومظروف ہمارے ہاتھ سے نہ نکل جائے۔

(اسلام اور عصر حاضر کی ضروریات ص ۱۹۸ تا ۲۰۶)

(۴) یہ اسلام ہے ، مذاق کا متحمل نہیں ہوسکتا۔ ہمیں اسلامی شعائر کی حفاظت کرنی چاہیئے۔ اگر ہم اسلام کو چاہتے ہیں ، تو ہمیں اس کے شعائر کی بھی حفاظت کرنی چاہیئے۔ ہاں ، اگر اسلام ہی کو نہیں چاہتے تو پھر بات دوسری ہے۔ میں یہ بات اُن لوگوں سے کر رہا ہوں جو مسلمان ہیں اور غفلت کی وجہ سے ایسے کام کر رہے ہیں۔ میں چاہتا ہوں کہ وہ غفلت سے باہر نکل آئیں۔ اب اگر کوئی مسلمان ہی نہیں اور اسلام سے عناد رکھتا ہے ، تو پھر ایسے لوگوں کے لئے ہماری کوئی اور منطق اور کوئی دوسری بات ہے۔ (اسلام اور عصر حاضر کی ضروریات ص ۲۰۷)

دوسرا حصہ

جھوٹے دعویداران امامت

زیارت جامعہ کبیرہ سے اقتباس :

ویسے تو اس زیارت کا ایک ایک لفظ قابل توجہ ہے مگر ان جملوں پر خاص توجہ دیں :

- وَمِنَ الْاَئِمَّةِ الَّذِيْنَ يَدْعُوْنَ اِلَى النَّارِ
  میں اُن اماموں سے لاتعلق ہوں جو جہنم کی آگ کی طرف لے جانے والے ہیں۔
- عَلٰى مَنْ جَحَدَ وَلَايَتَكُمْ غَضَبُ الرَّحْمٰنِ
  جو آپ کی ولایت کا انکار کردے اُس پر خدائے رحمٰن کا غضب نازل ہوتا ہے۔
- فَمَعَكُمْ مَعَكُمْ لَا مَعَ غَيْرِكُمْ آمَنْتُ بِكُمْ وَ تَوَلَّيْتُ آخِرَكُمْ بِمَا تَوَلَّيْتُ بِهِ اَوَّلَكُمْ وَبَرِئْتُ اِلَى اللهِ عَزَّ وَجَلَّ مِنْ اَعْدَائِكُمْ وَمِنَ الْجِبْتِ وَ الطَّاغُوتِ وَالشَّيَاطِيْنِ وَ حِزْبِهِمُ الظَّالِمِيْنَ لَكُمُ الْجَاحِدِيْنَ لِحَقِّكُمْ وَالْمَارِقِيْنَ مِنْ وَلَايَتِكُمْ وَالْغَاصِبِيْنَ لِاِرْثِكُمُ الشَّاكِّيْنَ فِيْكُمُ الْمُنْحَرِفِيْنَ عَنْكُمْ وَمِنْ كُلِّ وَلِيْجَةٍ دُوْنَكُمْ وَ كُلِّ مُطَاعٍ سِوَاكُمْ وَمِنَ الْاَئِمَّةِ الَّذِيْنَ يَدْعُوْنَ اِلَى النَّارِ
  میں صرف اور صرف آپ کے ساتھ ہوں اور آپ کے غیر کے ساتھ میرا کوئی تعلق نہیں۔ آپ کا معتقد ہوں اور آپ میں سے

آخری امام سے اسی طرح ولایت کا رشتہ رکھتا ہوں جیسے آپ میں سے پہلے امام سے ولایت رکھتا ہوں ، میں خدا کے سامنے آپ کے دشمنوں سے بیزاری کا اعلان کرتا ہوں اور بیزار ہوں بتوں سے ، سرکشوں سے ، شیطانوں سے اور اُن کے گروہ سے جو آپ پر ظلم کرنے والے ، آپ کے حق کا انکار کرنے والے ، آپ کی ولایت سے نکل جانے والے ، آپ کی وراثت غصب کرنے والے ، آپ پر شک کرنے والے ، آپ سے پھر جانے والے ہیں اور بیزار ہوں میں آپ کے سوا ہر ولیجۃ سے ، آپ کے سوا ہر اطاعت کرانے والے سے اور اُن اماموں سے بیزار ہوں جو جہنم میں لے جانے والے ہیں۔

(تہذیب الاحکام ج ۶ ،ص ۹۹۔ بحار الانوار ج ۹۹ ،ص ۱۳۱)

یہ ولیجۃ کون ہے؟

خداوند عالم سورۂ توبہ آیت ۱۶ میں فرماتا ہے : اَمۡ حَسِبۡتُمۡ اَنۡ تُتۡرَکُوۡا وَلَمَّا یَعۡلَمِ اللّٰہُ الَّذِیۡنَ جٰہَدُوۡا مِنۡکُمۡ وَلَمۡ یَتَّخِذُوۡا مِنۡ دُوۡنِ اللّٰہِ وَلَا رَسُوۡلِہٖ وَلَا الۡمُؤۡمِنِیۡنَ وَلِیۡجَۃً ؕ وَاللّٰہُ خَبِیۡرٌۢ بِمَا تَعۡمَلُوۡنَ کیا تم لوگوں نے یہ سمجھ رکھا ہے کہ یونہی چھوڑ دیئے جاؤ گے حالانکہ اللہ نے یہ دیکھا ہی نہیں کہ تم میں سے کون وہ لوگ ہیں جنھوں نے اس کی راہ میں جانفشانی

کی اور اللہ ، رسولؐ اور مومنین کے سوا کسی کو جگری دوست نہ بنایا۔تم جو کچھ کرتے ہو اللہ اس سے باخبر ہے۔

- ابن محمد ضبعی کہتے ہیں کہ میں نے امام حسن عسکریؑ کو خط لکھ کر وَلِیۡجَۃً کے متعلق پوچھا اور دل میں سوچا کہ آیت میں مذکور ''مومنین'' سے کون لوگ مراد ہیں ؟ مگر میں نے یہ سوال اپنے دل تک ہی رکھا اور اسے خط میں نہیں لکھا۔ امام نے اس کے جواب میں لکھا کہ وَلِیۡجَۃً **سے مراد امام باطل ہے جو خدا کے مقرر کردہ امام کے مقابلے پر ہو**۔تم نے اپنے دل میں سوچا تھا کہ آیت میں موجود لفظ مومنین سے کون لوگ مراد ہیں ، تو تمھیں معلوم ہونا چاہیے کہ اس سے وہ ائمہ حق مراد ہیں جو کسی کو امان دیں تو خدا ان کی امان کو قبول کرے۔ (کافی ج ۱ ،ص ۵۰۸)

دجال سے بدتر کون ؟

- ہادیان دین نے بھی قرآنی آیات کے تحت مسلمانوں کو اس طرح کے منافقانہ طرزعمل سے پرہیز کرنے کی تعلیم دی ہے۔ امام علی رضا علیہ السلام نے فرمایا ہے کہ ہماری محبت کا دم بھرنے والے کچھ لوگ ایسے بھی ہیں جن کا فتنہ ہمارے شیعوں کے لیے **دجال کے فتنے سے سخت تر** ہے۔ راوی نے کہا : مولا !

وہ کیسے ؟ آپ نے فرمایا کہ وہ ہمارے دشمنوں سے دوستی اور ہمارے دوستوں سے دشمنی رکھتے ہیں۔ جب ایسا ہوتا ہے تو حق اور باطل خلط ملط ہو جاتے ہیں اور مومن اور منافق کی پہچان نہیں ہوتی۔ (وسائل الشیعہ ج ۱۶، ص ۱۷۹، باب وجوب حب المومن وبغض الکافر وتحریم العکس)

- ایک اور موقع پر آپ نے فرمایا: حُبُّ اَوْلِيَاءِ اللهِ عَزَّ وَ جَلَّ وَاجِبٌ وَ كَذٰلِكَ بُغْضُ اَعْدَائِهِمْ وَ الْبَرَاءَةُ مِنْهُمْ وَ مِنْ اَئِمَّتِهِمْ جس طرح اولیاء اللہ کی محبت واجب ہے اسی طرح اللہ کے دشمنوں سے نفرت اور ان کے اماموں سے بیزاری بھی واجب ہے۔ (وسائل الشیعہ ج ۱۶، ص ۱۶۹)

- امام علی رضاؑ نے فرمایا: مَنْ وَاصَلَ لَنَا قَاطِعًا اَوْ قَطَعَ لَنَا وَاصِلًا اَوْ مَدَحَ لَنَا عَائِبًا اَوْ اَكْرَمَ لَنَا مُخَالِفًا فَلَيْسَ مِنَّا وَ لَسْنَا مِنْهُ جو ہمارے مخالفین سے روابط قائم کرے یا جو لوگ ہم سے رابطہ رکھتے ہیں اُن سے تعلق منقطع کرے یا جو شخص ہماری مذمت کرنے والوں کی تعریف کرے یا ہمارے مخالفین کا احترام کرے تو اس کا ہم سے کوئی تعلق نہیں اور ہمارا بھی اس سے کوئی تعلق نہیں۔ (وسائل الشیعہ ج ۱۶، ص ۲۶۵)

(کتاب محرمات اسلام از سید محمد حسینی بہارانچی سے انتخاب)

الغیبۃ از شیخ محمد بن ابراہیم نعمانیؒ سے انتخاب

- باب ما روی فیمن ادعی الامامة من زعم انه امام ولیس بامام یہ باب اُس کے بارے میں ہے جس نے امامت کا جھوٹا دعویٰ کیا اور یہ گمان کیا کہ وہ امام ہے جبکہ ایسا نہیں ہے۔ (ص ۱۱۱)

حدیث نمبر ۴:

قلت لابی عبد الله ع ان فلانا یقرئك السلام و یقول لك اضمن لی الشفاعة فقال امن موالینا قلت نعم قال امره ارفع من ذلك قال قلت انه رجل یوالی علیا ولم یعرف من بعده من الاوصیاء قال ضال قلت اقر بالائمة جمیعا و جحد الآخر قال هو كمن اقر بعیسی و جحد بمحمد ص او اقر بمحمد و جحد بعیسی نعوذ بالله من جحد حجة من حججه.

میں نے چھٹے امامؑ سے کہا:

راوی: فلاں نے آپ کو سلام کہلوایا ہے اور درخواست کی ہے کہ آپ اُس کی شفاعت کے ضامن بن جائیں۔

امامؑ: کیا وہ ہمارے چاہنے والوں میں سے ہے؟

راوی: جی ہاں۔

امامؑ: تب تو اُس کا مقام اِس سے بالاتر ہے۔

راوی: وہ مولا علیؑ کو تو مانتا ہے مگر بعد کے کچھ اوصیاء کو نہیں مانتا۔

امامؑ: پھر تو وہ گمراہ ہے۔

راوی: وہ سارے اماموں کو مانتا ہے بس ایک کا انکار کرتا ہے۔

امامؑ: وہ اُس کی مانند ہے جو عیسیٰؑ کو مان کر محمد ﷺ کا انکار کر دے یا محمد ﷺ کو مان کر عیسیٰؑ کا منکر ہوجائے۔ ہم اللہ کی حجتوں میں سے کسی ایک کے انکار سے بھی اللہ کی پناہ مانگتے ہیں۔

اس کے فوراً بعد صاحب کتاب لکھتے ہیں:

فليحذر من قرأ هذا الحديث وبلغه هذا الكتاب ان يجحد اماما من الائمة أو يهلك نفسه بالدخول فی حال تكون منزلته فيها منزلة من جحد محمدا او عيسى ص نبوتهما.

جو یہ حدیث پڑھے اور جس تک یہ کتاب پہنچے اسے برحق اماموں میں سے کسی ایک امام کے انکار سے بھی ڈرنا چاہیے ایسا نہ ہو کہ وہ اُن لوگوں کی طرح ہوکر اپنے آپ کو ہلاک کر لے جنہوں نے عیسیٰؑ یا محمد ﷺ میں سے کسی ایک کی نبوت کا بھی انکار کیا۔

حدیث نمبر ۵

عن ابی جعفر محمد بن علی الباقر ع انه قال قول الله

عزوجل وَيَوْمَ الْقِيَامَةِ تَرَى الَّذِينَ كَذَبُوا عَلَى اللَّهِ وُجُوهُهُم مُّسْوَدَّةٌ أَلَيْسَ فِي جَهَنَّمَ مَثْوًى لِّلْمُتَكَبِّرِينَ قال من زعم انه امام وليس بامام قلت و ان كان علويا فاطميا قال وان كان علويا فاطميا.

پانچویں امام اس آیت ''اور جن لوگوں نے خدا پر جھوٹ بولا تم قیامت کے دن دیکھو گے کہ اُن کے منہ کالے ہو رہے ہوں گے۔ کیا غرور کرنے والوں کا ٹھکانا دوزخ میں نہیں ہے'' (سورۂ زمر: آیت ۶۰) کے بارے میں فرماتے ہیں: یہ اُس کے بارے میں ہے جس نے امامت کا جھوٹا دعویٰ کیا۔ راوی نے پوچھا: چاہے وہ علوی اور فاطمی ہی کیوں نہ ہو؟ امامؑ نے جواب دیا: ہاں۔ چاہے وہ علوی اور فاطمی ہی کیوں نہ ہو۔

حدیث نمبر ۱۰:

قال ابو عبد الله جعفر ع من ادعى مقامنا يعنی الامامة فهو كافر او قال مشرك.

امام جعفر صادقؑ: جس نے ہمارے مرتبے اور مقام یعنی امامت کا جھوٹا دعویٰ کیا تو وہ کافر یا مشرک ہے۔

- باب ما روی فیمن شك فی واحد من الائمۃ أو بات لیلۃ لا یعرف فیھا امامہ او دان اللہ عز و جل بغیر امام منہ

یہ باب اُس کے بارے میں ہے جس نے برحق ائمہؑ میں سے کسی ایک کی امامت میں بھی شک کیا یا اپنے امام کو جانے بغیر رات کو سویا یا معرفت امام کے بغیر خدا سے ملاقات کی۔

(ص ۱۲۷)

حدیث نمبر ۴ :

سالت اباعبداللہ ع عن الائمۃ فقال من انکر واحدا من الاحیاء فقد انکر الاموات.

امام جعفر صادقؑ : جس نے کسی ایک برحق زندہ امام کا بھی انکار کیا تو ایسا ہی ہے کہ جیسے تمام گزشتہ اماموں کا انکار کردیا۔

حدیث نمبر ۷ :

عن ابی الحسنؑ : من مات لا یعرف امامہ مات میتۃ جاھلیۃ

جو اس حال میں مرے کہ اپنے امام کو نہ پہچانتا ہوتو اُس کی موت جاہلیت کی موت ہے۔

حدیث نمبر ۸ :

عن ابی عبداللہؑ : من مات لا یعرف امامہ مات میتۃ جاھلیۃ من اشرك مع امام امامتہ من عنداللہ من لیست امامتہ من اللہ کان مشر کا

امام جعفر صادقؑ : جو اس حال میں مرے کہ اپنے امام کو نہ پہچانتا ہوتو اُس کی موت جاہلیت کی موت ہے۔جس نے اللہ کی طرف سے مامور امام کی امامت میں جھوٹے امام کی امامت کو شریک کیا تو وہ مشرک ہے۔

تیسرا حصہ

مراجع کیا کہتے ہیں؟

اسماعیلیہ کی مانند منحرف فرقوں کے ساتھ ہمکاری (Working Relationship) : استفتاء

(آیت اللہ سیستانی ، آیت اللہ صافی گلپایئگانی ، آیت مکارم شیرازی)

حوالہ : مسائل جدید از دیدگاہ علماء و مراجع تقلید ج ۳، ص ٦٧ سے منتخب اقتباس اور اُس کا عکس

سوال: اسماعیلیہ جیسے منحرف فرقوں کی (Activities) فعالیت دیکھتے ہوئے مختلف شعبوں میں اُن کے ساتھ مل کر کام کرنا ، اُن کی مدد کرنا یا اُن سے مدد لینا کیسا ہے؟

جواب: **آیت اللہ سیستانی :** کسی صورت میں جائز نہیں ہے۔

آیت اللہ صافی گلپایئگانی : سوال کرنے کی ضرورت نہیں۔ جائز نہیں ہے۔

آیت اللہ مکارم شیرازی : مذکورہ فرقہ منحرف ہے۔ اُن کے ساتھ مل کر کام نہ کریں۔

همکاری با فرقه‌های منحرف مانند اسماعیلیه

«کسی که با کتاب خدا و سنت پیامبر(ص) مخالفت کند، به تحقیق کفر ورزیده است».[1]

امام صادق(ع)

«کسی که در کفر دشمنان و ظالمین در حق ما شک کند، کافر است».[2] امام صادق(ع)

سؤال ⊠ نظر به فعالیت‌های فرقه‌های انحرافی مانند اسماعیلیه، آیا همکاری و مساعدت آنان در زمینه‌های مختلف چه صورت دارد؟

حضرت آیت الله مکارم شیرازی:

فرقه مزبور فرقه منحرفی است با آنها همکاری نکنید.

۱ . الحکم الراهرة، ۴۸/۱.

۲ . الحکم الزاهرة، ۷۳/۱.

حضرت آیت الله سیستانی:

به هیچ وجه جایز نیست.

حضرت آیت الله صافی گلپایگانی:

احتیاج به سؤال ندارد، جایز نیست.

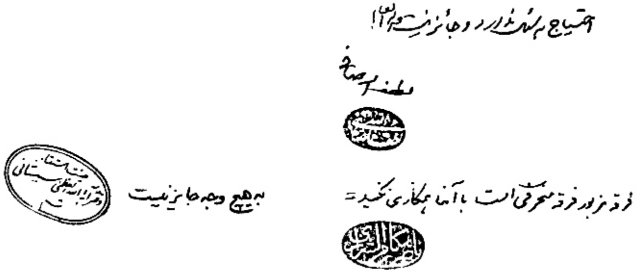

آیت اللہ صافی گلپایگانی مدظلہ کا ایک اور فتویٰ

حوالہ: www.safi.ir

فرقہ اسماعیلیہ و اتباع آغاخان

س4. دربارہ آغاخان، فرقہ اسماعیلیہ و برنامہ‌ھای ایشان و عضویت در انجمن آنہا و استخدام در دستگاہ آغاخان تفصیلاً حکم اللہ را مرقوم بفرمائید۔

ج. اتباع آغاخان و فرقہ اسماعیلیہ از دین مبین اسلام منحرفند و قبول خدمت در ادارات آنہا و شرکت و حضور در برنامہ‌ھای آنان جائز نیست. واللہ العالم

ترجمہ

سوال: آغا خان، اسماعیلی فرقہ اُن کے پروگرامز، اُن کے اداروں کی رکنیت اور آغا خان کے اداروں میں کام کرنا کیسا ہے؟ برائے مہربانی حکم خدا سے آگاہ فرمائیں۔

جواب: آغا خان اور فرقہ اسماعیلیہ کے پیروکار دین اسلام سے منحرف ہیں۔ ان کے اداروں میں کام کرنا اور اُن کے پروگرامز میں شرکت کرنا اور حاضری دینا جائز نہیں ہے۔ واللہ العالم

سوالات / استفتاء

(آیت اللہ محفوظی، آیت اللہ بشیر نجفی، آیت اللہ بہجت، آیت اللہ سیستانی)

(1) شیعہ مینجمنٹ کے تحت چلنے والے اسکولوں کے لئے کیا حکم ہے؟ کیا انہیں آغاخان امتحانی بورڈ کے ساتھ الحاق کی اجازت ہے؟

(2) اس سلسلے میں مقامی علماء کی ذمہ داری کیا ہے؟

جوابات

آیت اللہ محفوظی مدظلہ

(1) جائز نہیں ہے۔

(2) علماء کے لئے اسے روکنا ضروری ہے۔

آیت اللہ حافظ بشیر نجفی مدظلہ

آغاخان امتحانی بورڈ کے ساتھ شیعہ اثناعشری طلبا کا الحاق اور شرکت کسی بھی صورت میں جائز نہیں ہے خصوصاً اگر اسکول میں سہمِ امامؑ کا پیسہ بھی استعمال ہوتا ہو۔

آیت اللہ بہجت مدظلہ

(1) یہ الحاق شرعاً حرام ہے اور اسے ہرگز نہیں ہونا چاہیے۔مزید یہ کہ ان اسکولوں کے نقائص کو اس طرح دور کیا جانا چاہیے کہ مسائلِ شرعیہ کا لحاظ ممکن ہوسکے۔

(2) علماء کے لئے ضروری ہے کہ اس گمراہ کن الحاق کو روکیں۔

علیحدہ سوال میں آیت اللہ **سیستانی** مدظلہ کے دفتر نجف کا جواب:

آغا کے مطابق ، یہ مسئلہ اشکال سے خالی نہیں ہے۔

Questions

(Answered by Ayatullah Mahfoozi, Ayatullah Hafiz Bashir Najafi, Ayatullah Behjat and Ayatullah Sistani)

(1) What is the ruling for schools running under Shia Management. Are they allowed to affiliate with Agha Khan Examination Board?

(2) What is the responsibility of the religious Scholars (ulema) here in this regard?

Answers:

Ayatullah **Mahfoozi** (who replaced Ayatullah **Behjat**)

(1) not permissible

(2) The Ulema must stop them

Ayatullah **Hafiz Bashir Najafi**

Affiliation of Shia students with Agha Khan Examination Board is not permissible in any case specially if the schools are funded from Sehm e Imam (as)

Ayatullah **Behjat**

(1) This affiliation is Haram as per shariah and this must not take place. Further such schools must be reformed in a way that they start following the religious principles

(2) The Ulema must resist this straying affiliation

Ayatullah **Sistani's** Najaf office replies in a seperate question.

According to Agha, This issue is not free from objection

KHOJA (PIRHAI) SHIA ISNA ASHERI JAMAAT

Principal Office: 174, Britto Road, Near Numaish Karachi - 74800 (Pakistan)
Phones: (92-21)2253275 - (92-21)2254763 Fax: (92-21) 223-3278 E-mail: kpsiaj@cyber.net.pk

بسمہ تعالیٰ

جناب عالی قدر آیت اللہ العظمیٰ، مجتہد عالم، فقیہ و سیع علم، علامہ السید علی حسینی سیستانی (دام ظلہ عالی) اللہ آپ کا سایہ ہمارے اوپر اور تمام مسلمانوں پر باقی رکھے۔

السلام علیکم و رحمۃ اللہ و برکاتہ،

اللہ کی تائید، برکتیں اور رضا آپکے ساتھ ہو۔

آپ پر ہمارا خالص سلام اور تمام مومنین خوجہ شیعہ اثنا عشری کی جانب سے سلام پیش کرتے ہیں کہ وہ خلوص قلب سے آپکا شکریہ ادا کرتے ہیں آپکی مدد اور تائید کا بالخصوص خمس سہم امام (ع) کے استعمال کرنے کی اجازت کا جسکے ذریعہ آپ نے ہمارے اجتماعی خیر یہ پراجکٹس کیلئے احسان فرمایا۔

ہم خالص دلوں سے ہمارے لئے آپکی توفیق کی دعاؤں کے شکر گزار ہیں۔

ہم آپ کی خدمت میں ایک سوال پیش کرتے ہیں:

سوال

کیا آپ نے شیعہ طلبہ اور طالبات پر آغاخان یونیورسٹی امتحانی بورڈ کے تحت حکومت پاکستان سے منظور شدہ نصاب کے مطابق لیئے جانے والے امتحانات میں شرکت کی ممانعت فرمائی ہے؟

ہم اللہ سبحانہ تعالیٰ سے دعا کرتے ہیں کہ آپ جناب عالی کی حفاظت ہو ہر سو ہر شر سے اور ہر مصیبت و آفت سے اور اللہ آپ کے سائے کو ہم پر اور تمام مومنین پر قائم رکھے جب تک ظہور حضرت قائم (ع) ہو۔

آپ ہمیں اپنی نیک دعاؤں میں فراموش نہ کیجیئے گا کیونکہ ہم آپ کی دعاؤں کے شدت سے حاجت مند ہیں۔

ارشاد حسین ویرانی،

صدر، خوجہ پیرہائی شیعہ اثنا عشری جماعت، کراچی۔

6 ذوالقعدہ 1429

Registered Office: 3-4 Platinum Plaza, G-K 2/30, Paria Street, Kharadar, Karachi- 74000 (Pakistan)
Phone: (92-21) 2311233 - (92-21) 2311234

۱- مداری که تحت نظارت مراکز شیعه اداره می شوند، الحاق آنها به دائره امتحانات دانشگاه آقاخان چه حکمی دارد؟ بسمه تعالی: این الحاق شرعاً حرام است و بنابر الحاق صورت گرفته البته باید نواقص آن مدارس شیعه هم رفع شود که مسائل شرعیه آن رعایت شود.

۲- علماء منطقه در این زمینه چه وظیفه دارند؟ بسمه تعالی: باید مانع از این الحاق ضلالت آمیز شوند.

والسلام

جمعی از علماء خوجه شیعه اثنا عشری

بخش استفتاء
دفتر حضرت آیة الله بهجت

۱- مدارسی که تحت نظارت مراکز شیعه اداره می شوند،الحاق آنها به دائره امتحانات دانشگاه آقاخان چه حکمی دارند؟

۲-علماء منطقه در این زمینه چه وظیفه دارند؟

بسمه تعالی: جایز نیست.

والسلام

جمعی از علماء پاکستان

بسمه تعالی: باید از آن جلوگیری کنند.

بخش استفتاء
دفتر حضرت آیه الله محفوظی دام ظله

۱- مداری که تحت نظارت مراکز شیعه اداره می شوند، الحاق آنها به دائره امتحانات دانشگاه آقاخان چه حکمی دارد؟

۲- علماء منطقه در این زمینه چه وظیفه دارند؟

والسلام

جمعی از علماء خوجه شیعه اثنا عشری

بسمه سبحانه

به هیچ وجه جائز نیست که بچه ها شیعه اثناعشری ملحق با امتحان در دانشگاه آغاخان شوند خصوصاً ان طلبه هائی که در مدارس درس می خوانند که از سهم امام اداره می شود. والسلام

المكتب المركزي
... الشيخ بشير حسين النجفي
النجف الاشرف

۳ صفر ۱۴۳۰

چوتھا حصہ

آغا خانی مذہب کا پس منظر

نوٹ : **آیت اللہ العظمیٰ سیستانی مدظلہ العالی** نے ایک نشست میں تاکید فرمائی ہے کہ اس گمراہ فرقے کی تاریخ مومنین تک پہنچائی جائے تاکہ وہ خود بھی اس بات کا احساس کرسکیں کہ ان کا کیا پس منظر ہے۔ آگے کے اقتباس کا انتخاب اسی حوالے سے ہے۔ اسی نشست میں حضرت نے فرمایا کہ کسی اور جگہ ممکن ہوتو آغا خان کے اسپتال میں علاج بھی نہ کروائیں۔

علامہ مرتضیٰ عسکریؒ کی کتاب
احیائے دین میں ائمہ اہلبیتؑ کا کردار سے اقتباس

(ا) اسماعیلیہ

اسماعیلی امام علی علیہ السلام سے لے کر امام جعفرصادق علیہ السلام تک چھ ائمہ اہلبیتؑ پر ایمان رکھتے ہیں اور ان کا عقیدہ ہے کہ امام جعفرصادق علیہ السلام کے بعد امامت ان کے فرزند اسماعیل کومنتقل ہوئی تھی۔

اس فرقے کو ''شش امامی'' بھی کہا جاتا ہے۔

پھر اس فرقے کے اندر مختلف عقائد اور فرقوں نے جنم لیا اور وہ تقسیم درتقسیم کا شکار ہوگئے۔ اس فرقے کی تاریخ اور ان کے عقائد کا خلاصہ درج ذیل ہے:

یہ فرقہ اپنے آپ کو امام جعفرصادق علیہ السلام کے فرزند اسماعیل کی طرف منسوب کرتا ہے جبکہ حقیقت یہ ہے کہ اسماعیل اپنے پدر بزرگوار کی زندگی میں ہی وفات پاگئے تھے۔ اسماعیل کی موت کے وقت امام جعفرصادق علیہ السلام نے ایسے عجیب کام کئے تھے جس کی مثال خاندان عصمت کی موت کے وقت نہیں ملتی۔ جب اسماعیل کی وفات ہوئی تو امام جعفر صادق علیہ السلام نے تیس شیعوں کو اپنے گھر بلایا۔ پھر آپ نے اپنے ایک شیعہ کوجس کا نام داؤد تھا آواز دے کر فرمایا: داؤد! اس

کے منہ سے کپڑا ہٹاؤ۔ داؤد نے امام کے حکم سے ان کے منہ سے کپڑا ہٹایا تو آپ نے حاضرین میں سے ہر ایک سے علیحدہ علیحدہ فرمایا کہ غور سے اسماعیل کی شکل وصورت دیکھ لو۔

جب سب نے اچھی طرح سے ان کی شکل وصورت دیکھ لی توامامؑ نے حاضرین سے فرمایا: یہ بتاؤ اسماعیل زندہ ہے یا وفات پاچکا ہے؟ تمام حاضرین نے بیک زبان ہو کر کہا: اسماعیل وفات پاچکا ہے۔

پھر آپ نے فرمایا: خدایا! گواہ رہنا۔ اس کے بعد آپ نے غسل وکفن دینے کا حکم دیا۔ جب غسل وکفن مکمل ہوگیا تو آپ نے مفضل سے فرمایا کہ اس کے منہ سے کفن ہٹادو۔

مفضل نے ان کے منہ سے کفن ہٹایا تو آپ نے تمام حاضرین سے فرمایا: تم سب اسے غور سے دیکھو اور بتاؤ کہ اسماعیل فوت ہوگیا ہے یانہیں؟ سب نے جواب دیا: مولا! وہ فوت ہوگیا ہے۔

امام کے اس طرز عمل سے تمام حاضرین حیران وششدر رہ گئے۔ پھر آپ نے فرمایا: خدایا! گواہ رہنا! کیونکہ باطل پرست اسماعیل کی موت میں شک وشبہ کریں گے۔

جب اسماعیل دفن ہوگئے توامام جعفرصادق علیہ السلام نے فرمایا: کفن پہنے ہوئے جو مردہ اس قبر میں دفن ہوا وہ کون ہے؟

سب نے کہا: وہ آپ کا فرزند اسماعیل ہے۔

امام جعفرصادق علیہ السلام نے کہا : خدا یا گواہ رہنا ! اس کے بعد آپ نے اپنے فرزند امام موسیٰ کاظم علیہ السلام کا ہاتھ پکڑ کر فرمایا کہ یہ حق کے ساتھ ہے اور حق اس کے ساتھ ہے۔

(علامہ مجلسی ، بحار الانوار ج ۴۷)

اس کے علاوہ کچھ دوسری روایات میں مذکور ہے کہ امام جعفر صادق علیہ السلام نے حکم دیا کہ اسماعیل کے حاشیہ کفن پر یہ جملہ لکھا جائے: اسماعیل یشھد ان لا الہ الا اللہ اسماعیل گواہی دیتا ہے کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں۔ (ایضاً)

آپ نے حکم دیا کہ انہیں غسل وکفن دیا جائے اور جب کفن پہنایا جاچکا تو آپ نے فرمایا کہ اس کے منہ سے کپڑا ہٹادیا جائے۔ پھر آپ نے اس کی پیشانی اور گلے کو بوسہ دیا۔

(شیخ صدوق ، کمال الدین وتمام النعمۃ ج ۱)

مشایعت جنازہ کے وقت آپ نے کئی بار حکم دیا کہ جنازے کو زمین پر رکھ دیا جائے اور جب جنازہ رکھ دیا جاتا تو آپ اس کے منہ سے کپڑا ہٹا کر اس کے چہرے کو دیکھتے تھے اور آپ کے اس عمل کا مقصد یہ تھا کہ لوگ اسماعیل کی وفات میں شک نہ کریں۔

(علامہ مجلسی ، بحار الانوار ج ۴۷)

بہت سی روایات میں مذکور ہے کہ امام جعفرصادق علیہ السلام نے

اپنے ایک شیعہ کو اسماعیل کی نیابت میں حج کرنے کے لئے روانہ کیا تھا۔

(علامہ مجلسی ، بحار الانوار ج ۴۷)

امام جعفر صادق علیہ السلام نے اسماعیل کی وفات کے بعد تیس معتبر شیعوں کو بلا کر حکم دیا کہ وہ اسماعیل کے منہ سے کپڑا ہٹا کر دیکھیں۔ جب انہوں نے اچھی طرح سے دیکھ لیا تو آپ نے پوچھا: اسماعیل فوت ہو چکا ہے یا زندہ ہے؟ سب نے کہا: اسماعیل فوت ہو چکا ہے۔

پھر آپ نے حکم دیا کہ اسے غسل و کفن دیا جائے اور آپ نے اس کے حاشیۂ کفن پر یہ جملہ لکھوایا: ’’اسماعیل یشھد ان لا الہ الا اللہ۔‘‘

اس جملے کے لکھوانے سے امامؑ اس امر پر زور دیتے ہیں کہ یہ کفن اسماعیل کا ہی کفن ہے۔

کفن پہنانے کے بعد پھر آپ نے حکم دیا کہ کفن کے بند کھول دیئے جائیں۔ جب بندِ کفن کھولے گئے تو آپ نے حاضرین سے فرمایا کہ اس مردے کو اچھی طرح سے دیکھ لو۔ جب تمام حاضرین نے غور سے دیکھ لیا تو آپ نے ان سے پوچھا: یہ کس کا بدن ہے؟

سب نے کہا: یہ آپ کا بیٹا اسماعیل ہے جو فوت ہو گیا ہے۔

پھر جب جنازہ اُٹھا تو اس کے جلوس میں تیس سے کہیں زیادہ افراد ہوں گے۔ آپ نے کئی بار جنازے کو زمین پر رکھوایا اور ہر بار کفن کے بند کھولے اور اس کے چہرے کو دیکھا۔ اس عمل کی وجہ سے تمام حاضرین

آپ کی طرف متوجہ ہوئے اور جب اسماعیل دفن ہونے لگے تو آپ نے حاضرین سے پھر پوچھا کہ یہ کس کا بدن ہے؟

سب نے کہا: یہ اسماعیل کا بدن ہے۔

جب اسماعیل قبر میں دفن ہو چکے تو آپ نے حاضرین سے بار دیگر پوچھا کہ یہ غسل کسے دیا گیا اور کفن پہنا کر کسے دفنایا گیا ہے؟

لوگوں نے کہا: آپ کے فرزند اسماعیل کو۔

پھر کچھ عرصے بعد آپ نے ایک شخص کو اسماعیل کی نیابت میں حج پر بھیجا۔

امام صادق علیہ السلام نے اسماعیل کی وفات کو بار بار ظاہر کیا تو کیا اس کے باوجود یہ کہنا صحیح ہے کہ امام جعفر صادق علیہ السلام کے زمانے کے لوگ یہ کہیں کہ آپؑ نے فرمایا تھا کہ اسماعیل مرا نہیں ہے؟ اور مزید یہ کہ اسماعیل، امام جعفر صادق علیہ السلام کے بعد بھی زندہ تھا اور وہ آپؑ کے بعد امام بنا؟

امام جعفر صادق علیہ السلام کی اتنی بڑی تکذیب کے بعد یہ لوگ کیسے کہہ سکتے ہیں کہ ہم ائمہ اہلبیتؑ کے پہلے چھ اماموں کے ماننے والے ہیں؟ اور تعجب ہے کہ لوگوں نے اس فرقے کا نام شش امامی کیسے رکھ دیا جبکہ حقیقتاً یہ لوگ شش امامی نہیں ہیں۔ چھ اماموں کو ماننا تو کجا یہ لوگ تو ان چھ اماموں میں سے کسی کو بھی نہیں مانتے، ان ائمہ میں سے کسی کے فرمان

کو بھی تسلیم نہیں کرتے۔ اگر یہ لوگ چھ ائمہ اہلبیتؑ کے قائل ہوتے تو یہ کبھی نہ کہتے کہ امام جعفر صادق علیہ السلام کے بعد اسماعیل زندہ تھے اور وہ آپ کے بعد امامت کے منصب پر فائز ہوئے اور یہ کبھی نہ کہتے کہ اسماعیل کے بعد امامت ان کے فرزند محمد کو منتقل ہوئی۔

اسماعیلی یا اسماعیلیہ نام کے فرقے کا دور گزرنے کے ساتھ ائمہ اہلبیتؑ سے فاصلہ بڑھتا گیا اور اہلبیتؑ کے شیعوں سے روز بروز ان کا فاصلہ زیادہ ہوتا گیا یہاں تک کہ جب شیعیت سے ان کا انحراف ایک سو اسّی ڈگری کے زاویے پر پہنچ گیا تو وہ مختلف فرقوں میں بٹ گئے۔

پھر ان میں قرامطہ نامی ایک فرقہ پیدا ہوا جنھوں نے مکے میں تاریخ کا بدترین قتل عام کیا اور خانۂ کعبہ سے حجر اسود کو اُکھاڑ کر لے گئے اور آخرکار مصر کے فاطمی خلیفہ کے مجبور کرنے پر اسے واپس کیا۔

(تاریخ ابن اثیر، در ذکر حوادث، ۳۳۹ھ)

حسن بن صباح کے ماننے والے بھی اسماعیلی تھے جو کہ الموت نامی قلعوں میں رہتے تھے۔ اس کے علاوہ اس فرقے کی ایک شاخ دروزی بھی ہے جو کہ لبنان اور فلسطین میں آباد ہیں۔

اس تفصیل کا ماحصل یہ ہے کہ اسماعیلی فرقہ اپنی تاسیس کے وقت سے شیعہ فرقہ نہیں تھا کیونکہ اس فرقے سے وابستہ افراد نے امام جعفر صادق علیہ السلام کی مخالفت کی تھی۔ پھر مرور زمانہ کے ساتھ ساتھ وہ

اسلام سے خارج ہوگئے اور انہوں نے اسلام اور تشیع کی مخالفت کی۔

(۲) تھوڑا آگے جا کر علامہ عسکری لکھتے ہیں :

آمدم برسر مطلب ! اسماعیلیوں کا معاملہ بھی مسیلمہ کذّاب جیسا ہی ہے کیونکہ وہ یہ کہتے ہیں کہ ہم امام اول سے لے کر امام ششم تک ائمہ اہلبیتؑ کے ماننے میں باقی تمام شیعوں کے ساتھ شریک ہیں لیکن امام ششم کے بعد ہم ان کے فرزند اسماعیل اور اس کے بعد ان کے فرزند محمد اور پھر دوسرے اماموں کو مانتے ہیں۔ ان کی یہ گفتگو بھی مسیلمہ کذاب کے کسی فریب کار حامی کی سی ہے کہ ہم آدمؑ سے خاتمؐ تک تمام انبیائے کرامؑ کو مانتے ہیں جبکہ ہم میں اور دوسرے مسلمانوں میں بس یہی فرق ہے کہ ہم مسیلمہ کو بھی محمد مصطفی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ نبوت میں شریک مانتے ہیں اور اس کے علاوہ بس دو چار احکام میں دوسرے مسلمانوں سے اختلاف کرتے ہیں لہٰذا ہم بھی دوسرے مسلمانوں کی طرح سے مسلمان ہیں۔

جس طرح مسیلمہ کے کسی طرفدار کا یہ کہنا صحیح نہیں ہے اسی طرح اسماعیلیوں کا بھی یہ کہنا صحیح نہیں ہے کہ وہ بھی باقی شیعوں کی طرح سے چھٹے امام تک ائمہ اہلبیتؑ کو مانتے ہیں۔ البتہ چھٹے امام کے بعد ان کے فرزند اسماعیل پھر اس کے بعد دوسرے ائمہ کو مانتے ہیں۔

مسیلمہ کے ماننے سے جس طرح بنی حنیفہ دائرۂ اسلام سے

خارج ہوگئے تھے اسی طرح سے اسماعیل اور اس کی نسل اور دوسروں کو ماننے سے اسماعیلی بھی شیعیت سے خارج ہوگئے ہیں اور جس طرح سے بنی حنیفہ کے افراد کو مسلمان تسلیم نہیں کیا جاسکتا اسی طرح سے اسماعیلیوں کو بھی شیعہ نہیں مانا جاسکتا اور نہ ہی انہیں شیعوں کا ایک فرقہ تسلیم کیا جاسکتا ہے اور پھر جوں جوں زمانہ گزرتا گیا اسماعیلیوں نے اسلام کے ضروری احکام کے مقابلے میں خود ساختہ احکام تیار کر لئے اور یوں آہستہ آہستہ وہ دن بھی آ پہنچا جب وہ اسلام کے دائرے سے ہی خارج ہوگئے اور یوں اس وقت انہیں نہ تو شیعہ تسلیم کیا جاسکتا ہے اور نہ ہی مسلمانوں کا فرقہ قرار دیا جاسکتا ہے۔

(۳) مختلف فرقوں کے بننے کے اسباب پر بحث کرتے ہوئے علامہ عسکری اسماعیلیہ کے ماتحت لکھتے ہیں:

اسماعیلی فرقے کی بنیاد میں بھی حکومت و ریاست کا جذبہ کارفرما تھا۔ اس فرقے کے بانیوں نے پہلے تو حضرت اسماعیل کی وفات کا انکار کیا اور بعدازاں رُشدِ فکری سے محروم افراد میں اپنے آپ کو اسماعیل کا نائب مشہور کر کے دولت اور اقتدار حاصل کیا۔ پھر انہوں نے ائمۂ اہلبیتؑ کے خلاف مسلسل پروپیگنڈہ کر کے اپنے پیروکاروں کو ان سے دور رکھا اور انہیں اور ان کی اولاد کو ہمیشہ کے لئے رُشدِ فکری سے محروم کر دیا۔ پھر زمانے اور حالات کی ضرورتوں کے مطابق انہوں نے احکام اسلام کو

تبدیل کیا اور احکام میں تبدیلی کرتے وقت لوگوں کی خواہشات کو مدِنظر رکھا۔ یوں آہستہ آہستہ وہ اسلام سے دور ہوگئے اور آج بھی اسماعیلی فرقے کا وجود عالمی استعمار کے ساتھ رابطے کی وجہ سے ہے۔ **اس دور میں بہائی اور اسماعیلی دونوں عالمی استعمار کے گماشتوں کا کردار ادا کر رہے ہیں۔**

پانچواں حصہ

اختتامیہ اور دعوتِ توبہ

عجیب بودی اور پھس پھسی دلیل

کچھ عرصہ پہلے تک یہ کہا جاتا تھا کہ AKU-EB کا نہ نصابِ تعلیم سے کوئی تعلق ہے نہ ہی اُس کا ہمارے ماحول پر کوئی اثر ہوگا۔ بعد میں آشکار ہوگیا کہ یہ فریب کے سوا کچھ نہیں تھا اور وہاں اس حوالے سے ایک شعبہ موجود ہے اور اب نجی نشستوں میں اس بورڈ کے طرفداران ماحول کے حوالے سے بھی یوٹرن لے کر ڈھٹائی سے کہنے لگے کہ:

”آغا خان والے ماحول کو جیسا بھی بنا دیں کیا فرق پڑتا ہے۔ فلاں کا بچہ لندن کے اسکول میں پڑھتا ہے۔ وہ تو نہیں بگڑا۔ فلاں کا بچہ یورپ کے Missionary School میں پڑھتا ہے۔ وہ بھی نہیں بگڑا۔“

تبصرہ:

- حضرت موسیٰؑ فرعون کے محل میں محفوظ رہے کیا یہ دلیل بن سکتی ہے کہ ہر بچے کو فرعونی ماحول میں بھیج دیا جائے۔
- حضرت یوسفؑ عیاشانہ ماحول میں اپنے کردار کی حفاظت کر لیتے ہیں تو کیا یہ دلیل بن سکتی ہے کہ ہر بچے کو شہوت پرستوں کے درمیان پھینک دیا جائے۔
- پاکستان میں کئی امام بارگاہوں پر دہشت گردوں نے حملہ کیا مگر پھر بھی اُن کی تعداد بچ جانے والی امام بارگاہوں سے بہت کم

ہے۔کیا ان بچ جانے والی ہزاروں امام بارگاہوں کی انتظامیہ کو Security کے معاملات میں غفلت برتنی چاہیے یہ کہہ کر کہ اب تک بچے ہوئے تو ہیں۔عقل انسانی دفع ضرر محتمل (ممکنہ خطرے سے بچاؤ) کا حکم دیتی ہے۔کمال ہے اتنی سی بات So Called Security Analysts کو سمجھ نہیں آ رہی۔

- یہ سب بھی اُس صورت میں ہے کہ جب واقعی اس ماحول میں کوئی موسیٰؑ اور یوسفؑ کی مانند اپنے آپ کو بچا سکے۔ وہ بگاڑ جسے بگاڑ ہی نہیں سمجھا جاتا۔ اس کا کیا کیجئے گا ؟ جوانوں کا Dating کرنا ، Gay Sex ، Music Concert ، نامحرموں سے مصافحہ ، بے پردگی وغیرہ ایسے معاملات ہیں جن کو وہاں Normal مانا جاتا ہے الٹا مخالفت کرنے والوں کو مطعون کیا جاتا ہے۔ جب احساسِ ضیاع ہی باقی نہ ہو تو بگاڑ کا احساس کہاں ہوگا۔ یہ مغالطے کے سوا کچھ نہیں کہ ماحول سے کچھ نہیں ہوتا۔
- اگر یورپ ، امریکہ اور کینیڈا وغیرہ میں Schools کے ماحول میں کوئی خرابی نہیں ہے تو وہاں پر حساس والدین Home Schooling اور D-Schooling کی طرف کیوں جا رہے ہیں۔ نیز وہاں پر Community Schools کیوں کام کر رہے ہیں۔

بلکہ

یہ تو پاکستان اور کراچی میں بھی Community Schools کی Justification پر سوالیہ نشان ہے کہ اگر یہاں پر بھی وہی ماحول اور بگاڑ رکھنا ہے تو Missionary Schools تو یہاں بھی بہت سے تھے۔ بچوں کو وہیں پر جانے دیتے Community Schools بنانے کی کیا ضرورت تھی۔

- قرآن اور اہلبیتؑ کی تعلیمات کی روشنی میں بچوں کے اخلاق و کردار کی تربیت کرنا مقصود نہ ہو تو **انصاف کی بات یہ ہے کہ** Community Schools کی کوئی Justification ہی نہیں ہے۔

اور

- **خوب اچھی طرح سمجھ لیں** کہ یہ تربیت کا کام صرف اسلامیات کے ایک Period سے ہونے والا نہیں ہے۔ جب تک تمام اساتذہ کو ان خاص خطوط پر Train نہ کیا جائے اور ماحول کو سازگار نہ بنایا جائے یہ کام ہونے والا نہیں ہے۔

آیت اللہ العظمیٰ علامہ سید علی نقی نقن صاحبؒ ''نظامِ زندگی'' میں ''غلط تربیت کے افسوسناک نتائج'' کے ماتحت لکھتے ہیں :

''موجودہ زمانہ میں یہ دیکھا جاتا ہے ادھر بچہ ذرا سن شعور کو پہنچا

اور اسے بغیر دینیات کی تعلیم دلائے ہوئے اسکول یا کالج میں بھیج دیا۔ وہاں کے معلمین جو اپنے دماغوں میں مذہب کے خلاف خیالات لئے ہوئے ہوتے ہیں بچوں پر شروع ہی سے اپنا اثر ڈالتے ہیں۔ ممکن ہے کہ آئینی قواعد کی بنا پر وہ کھلم کھلا اپنے خیالات کی تبلیغ کا مدرسے کے اندر حق نہ پائیں مگر ان کے قلبی جذبات اور دماغی خیالات کا اثر ان کے اقوال و افعال میں پیدا ہو جانا ضروری ہے۔ کسی مذہبی حکم کے سننے پر خندۂ زیر لب کسی مذہبی اعتقاد کے تذکرہ میں یہ الفاظ کہ ”لوگ ایسا خیال کرتے ہیں“ یہ وہ معمولی باتیں ہیں جو نہ معلوم کتنے طلاب کے ذہن کو متاثر بنا دیتی ہیں۔ پھر طالب علم اپنے ابتدائی دور میں تقریباً اپنے معلمین کو معصوم سمجھتا ہے۔ وہ ان کی ہر بات کو سر آنکھوں پر رکھنے کے لیے آمادہ ہوتا ہے۔ نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ اس کے دماغ میں مذہب کے خلاف خیالات راسخ ہوجاتے ہیں اور وہ سمجھتا ہے کہ یہ تمام معتقدات و روایات خرافات و اوہام کے سوا کچھ نہیں ہیں۔ اب اگر آپ اس کی مذہبی اصلاح کرنا بھی چاہیں تو نہیں ہوگی۔ اس لئے کہ وہ سننے پر آمادہ ہی نہ ہوگا اور سنے گا تو اس خیال کو لے کر کہ یہ بالکل مہمل باتیں ہیں۔ اس لئے اس پر اثر نہیں ہوگا۔ یاد رکھنا چاہیے کہ انگریزی تعلیم پورا سبب گمراہی کا نہیں ہے بلکہ یہ غلط طرزِ عمل گمراہی کا سبب ہے۔

اگر مذہب کی بنیادیں مضبوط ہوگئی ہوتیں تو بڑے بڑے

شبہات و اعتراضات کو وہ برداشت کرلیتیں مگر یہاں نیو مذہب کی بالکل مستحکم نہیں ہے۔ اس لئے کہ یا تو مذہبی معلومات ہیں ہی نہیں یا ہیں تو صرف تقلیدی حیثیت سے اس لئے معمولی سا اعتراض و ایراد جو کسی حلقہ سے گوش زد ہوجاتا ہے۔ اس کے اعتقاد متزلزل کردیتا ہے۔

معصومینؑ کے کلمات میں اس کی طرف اشارہ موجود ہے۔ اگرچہ اس زمانہ میں مغربی تعلیم نہیں تھی۔ انگریزی مدارس موجود نہیں تھے۔ مگر دوسرے گمراہ کن حلقے ایسے تھے جن کے لحاظ سے یہ تاکید کی گئی ہے کہ تم اپنے تعلیمات بچوں کے ذہن میں راسخ کردو۔ کہیں ایسا نہ ہو کہ دوسرے اثرات ان پر پہلے پڑ جائیں پھر ان میں قبول حق کی صلاحیت نہ باقی رہے۔

امام جعفر صادقؑ فرماتے ہیں: بَادِرُوْا اَحْدَاثَكُمْ بِالْحَدِيْثِ قَبْلَ اَنْ تَسْبِقَكُمْ اِلَيْهِمُ الْمُرْجِئَةُ اپنے بچوں کو اپنے روایات و معتقدات کی تعلیم دینے میں جلدی کرو۔ قبل اس کے کہ مرجئہ فرقہ کے تعلیمات ان کی طرف سبقت کریں۔ (التہذیب ج ۸، ص ۱۱۱)

جناب امیرؑ کا ارشاد ہے: عَلِّمُوْا صِبْيَانَكُمْ مِنْ عِلْمِنَا مَا يَنْفَعُهُمُ اللّٰهُ بِهٖ لَا تَغْلِبُ عَلَيْهِمُ الْمُرْجِئَةُ بِرَاْيِهَا اپنے بچوں کو تعلیم دو ہمارے علم سے وہ جس سے ان کو فائدہ پہنچے۔ کہیں ایسا نہ ہو کہ مرجئہ کے خیالات ان پر غالب ہوجائیں۔ (وسائل الشیعہ ج ۲۱، ص ۴۷۸)

امیرالمومنینؑ نے اپنے فرزند امام حسنؑ کے لئے جو وصیت نامہ تحریر فرمایا ہے جو تمام زندگی کے شعبوں کے لئے ہدایات کا ایک مکمل مجموعہ ہے اس کی تمہید میں حضرتؑ نے ہمیں ایک دائمی درس دیتے ہوئے یہ ارشاد کیا ہے جس سے ظاہر میں مخاطب امام حسنؑ ہیں مگر حقیقتاً اس میں ایک عمومی تعلیم مدنظر ہے (امامؑ کو معصوم ہونے کی وجہ سے اس کی ضرورت نہیں ہے۔ اصل مقصود ہم تک پیغام پہنچانا ہے)۔ فرماتے ہیں : فَبَادَرْتُكَ بِوَصِيَّتِي لِخِصَالٍ ”میں نے تمہیں اس وصیت کے پہنچانے میں جلدی سے کام لیا ہے۔ چند وجھوں سے۔“ مِنْهَا اَنْ تُعَجِّلَ بِي اَجَلِي ”پہلے تو یہ کہ کہیں میری زندگی کی مدت نہ ختم ہوجائے۔“ موت کا کوئی ٹھکانہ نہیں ہے۔ اس کے بعد فرماتے ہیں: وَاَنْ يَسْبِقَنِي اِلَيْكَ بَعْضُ غَلَبَةِ الْهَوٰى وَفِتَنِ الدُّنْيَا وَتَكُوْنَ كَالصَّعْبِ النَّفُوْرِ وَاِنَّمَا قَلْبُ الْحَدَثِ كَالْاَرْضِ الْخَالِيَةِ مَا اُلْقِيَ فِيْهَا مِنْ شَيْءٍ قَبِلَتْهُ فَبَادَرْتُكَ بِالْاَدَبِ قَبْلَ اَنْ يَقْسُوَ قَلْبُكَ وَيَشْتَغِلَ لُبُّكَ ”اور یہ کہ کہیں تم پر پہلے ہی کچھ غلط خیالات اور دنیا کے ہنگامی اثرات کا غلبہ نہ ہوجائے جس سے تم ایک سخت اور بھڑکنے والے مرکب کی طرح بن جاؤ۔ کمسن بچے کا دل مثل خالی زمین کے ہے کہ جو چیز اس میں بوئی جائے اس کو وہ قبول کر لیتا ہے۔ لہٰذا میں نے چاہا کہ تمہیں تعلیم دے دوں۔ قبل اس کے کہ تمہارا دل سخت ہو اور تمہاری عقل دوسری چیزوں سے متاثر ہو۔“ (وسائل الشیعہ ج ۲۱، ص ۴۷۸)

بے شک ایسے باپ، چچا یا دوسرے بزرگ انتہائی درجہ موردِ اعتراض ہیں جو اپنے سے متعلق بچوں کو اجنبی آغوش میں اور سمیت آمیز ہوا میں بغیر کسی حفاظت کے بھیج دیتے ہیں۔ یہ لوگ بعد میں خود پشیمان ہوں گے۔ جب وہ دیکھیں گے کہ ان بچوں کے دل میں بڑے ہونے کے بعد ان کا کوئی احترام نہیں رہا۔ وہ انہیں بیوقوف سمجھنے لگے، اور ان پر مضحکہ کرنے لگے یہ باتیں کبھی نہ ہوتیں اگر وہ پہلے ہی ان کو صحیح تعلیمات سے روشناس کردیتے۔ بہت ممکن ہے کہ یہ لڑکے بھی جب کبھی ان کے قوائے عقلیہ بیدار ہوں اور آنکھیں کھلیں، تو ان بزرگوں کی دل ہی دل میں نفرین کریں کہ انہوں نے ہمارے ساتھ صحیح طریقہ اختیار نہیں کیا۔“ (نظامِ زندگی ص ۲۴ تا ۲۶)

توجہ :

- مرجۂ : وہ فرقہ جو فقہ، شریعت اور اعمال کی اہمیت کا منکر تھا۔ اس آئینے میں بھی آغا خان کے نظریات کو دیکھا جا سکتا ہے۔
- امیرالمومنین علیؑ مرجۂ اور ان کی تعلیمات کے نفوذ سے خبردار کر رہے ہیں۔ کیا خیال ہے آپ کا ؟ جب آپ کا بچہ اپنے اسکول کا الحاق آغا خان کے نام سے دیکھے گا اور سنے گا تو کیا وہ اس نام سے انسیت محسوس نہیں کرے گا۔ کسی ماہر نفسیات سے اس سلسلے میں رائے لیں تو بہت سی باتیں واضح ہوجائیں گی۔

اہم سوال :

آپ نے اپنے اسکولوں کا نام **المرتضیٰ** ، **غلامانِ عباس** ، **قمر بنی ہاشم** یا even **حبیب** اسکول کیوں رکھا ہے؟

جواب عام طور پر یہ دیا جاتا ہے :

- یہ ہمارے اماموں ، اُن کی مخلص اولاد یا ہماری قوم کے بڑوں کے نام ہیں۔
- ہم ان ناموں کو زندہ رکھنا چاہتے ہیں۔
- اس لئے ہم نے ان ناموں پر اپنے اداروں کے نام رکھے ہیں

سوال : آپ نے کیوں ان اسکولوں کو **آغا خان** ، **متوکل** ، **ہارون** ، **معاویہ یا یزید** وغیرہ سے منسوب نہیں کیا ؟

جواب : یہ ہمارے اماموں کے دشمنوں کے نام ہیں۔ ان میں سے ہر کوئی ہمارے اماموں میں سے کسی ایک کے مقابلے پر کسی نہ کسی طرح کی امامت کا دعویدار رہا ہے یا ان سے دشمنی کرتا رہا ہے۔

ہمیں کیا پڑی ہے کہ ہم اپنے اداروں کو ان سے منسوب کرکے ان کے ناموں کو زندہ (revive) کریں۔

تبصرہ :

- کیا ان دشمنانِ اہلبیتؑ کی امامت کے ماتحت چلنے والے ادارے سے اپنے اداروں کو Affiliate کرکے آپ ان کے ناموں کو revive نہیں کر رہے؟ ان کو بڑھاوا نہیں دے رہے؟

سوال : آپ کیوں نہیں سوچتے کہ **آخر انہیں آغا خان کے نام پر اتنا اصرار کیوں ہے؟** یہ نام کیوں نہیں بدل دیتے ؟

- یہ کیوں نہیں کہہ دیتے کہ یہ ادارے ان کے (خود ساختہ) امام کے ماتحت نہیں ہیں؟
- کیا ان کا اصرار آپ کو بیدار کرنے کے لئے کافی نہیں ہے؟
- اس Heirarchy کو دیکھیں ،غور سے دیکھیں اور بار بار دیکھیں

کیا آگے پیش کیا جانے والا Chart آپ کو جگانے کے لئے کافی نہیں ہے؟

جس میں واضح طور پر بتایا گیا ہے کہ ان کا سارے کا سارا نظام اس جھوٹے دعویدار امامت کی امامت کے ماتحت ہے۔

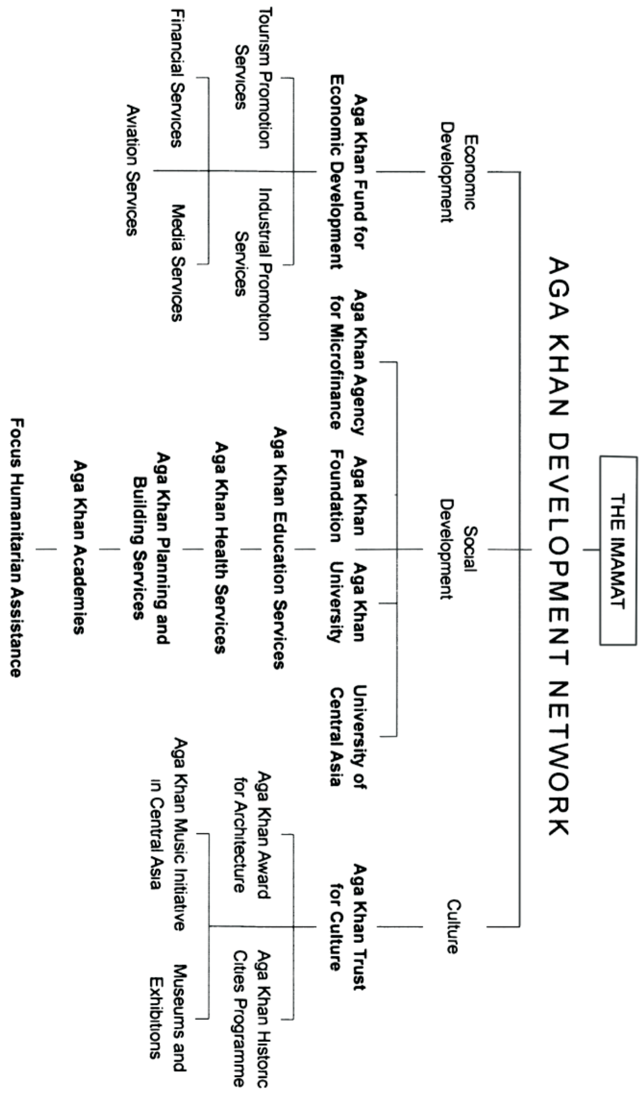

www.akdn.org/orgamigram.pdf www.akdn.org/about_akdn_chart.asp

نصیحت اور دعوتِ توبہ

اگر اب بھی آپ اصلاح کے لئے تیار ہیں تو Its never too late دیر آید درست آید۔ حُرؑ کی سیرت ہمارے سامنے ہے۔ عملی طور پر توبہ کر کے امام زمانہؑ کے ظہور کی راہ میں حائل رکاوٹیں دور کریں۔ اسکولوں میں بچوں کو اس اسپرٹ کے ساتھ پڑھائیں کہ وہ امام زمانہؑ کے سپاہی بن سکیں۔ ایسا ماحول دیں جس میں اُن کے اخلاق بہتر ہو سکے۔ نفس امارہ کو نفس مطمئنہ بنانے کے لئے پاکیزہ ماحول کی فراہمی آپ کی ذمے داری ہے۔ اُس دن کی امید کے ساتھ جب سب کو سب کچھ سمجھ آ جائے گا۔

اِنَّهُمْ يَرَوْنَهٗ بَعِيْدًا ○ وَّنَرٰىهُ قَرِيْبًا ○

وَمَا عَلَيْنَآ اِلَّا الْبَلٰغُ الْمُبِيْنُ ○

وآخر دعوانا ان الحمد للہ رب العالمین

وصلی اللہ علی خیر خلقہ محمد وآلہ الطاهرين